ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

مرتب

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارن پور (یوپی)

ناشر

مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی

خانقاہ رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور ....(۳)

نام کتاب: ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب ائے پوریؒ

مرتب: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی971831058

صفحات: ۱۲۴/

تعداد: ۱۱۰۰/

قیمت: ۵۰/روپے

سن اشاعت.................................... ۲۰۱۳ء م ۱۴۳۴ھ

باہتمام: الحاج منشی عتیق احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی خانقاہ رائے پور

ناشر

مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، ضلع سہارنپور

Email. khanqahraipur@gmail.com

www. khanqahrahimiraipur.co.in

Mob: 09410687650, 09639789186

ملنے کے پتے

☆مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد سہارنپور ☆ کتب خانہ یحیوی متصل مظاہر علوم سہارنپور

☆دارالکتاب، دیوبند سہارنپور (یوپی) ☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

فہرست مضامین

عرض ناشر: الحاج عتیق احمد صاحب ۱۱
عرض مرتب: محمد مسعود عزیزی ندوی ۱۲
مقدمہ: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۱۴
تقریظ: مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ۲۰

حصہ اول

مختصر حالات زندگی حضرت رائے پوری

مرتب محمدمسعود عزیزی ندوی

اسم گرامی و پیدائش ۲۳
تعلیم و تربیت .... //
ملازمت .... //
انجذاب الی اللہ ۲۴
رائے پور حاضری ۲۵
دوبارہ رائے پوری واپسی اور مستقل قیام ۲۶
حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ تبلیغی اسفار ۲۷
تکمیل طریقت اور اجازت وخلافت .... //

حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات اور آپ کی جانشینی ۲۸
بیت اللہ کی زیارت اور حج ۲۹
عوام میں مقبولیت ومحبوبیت .... //
عمومی بیعت ۳۱
خصوصی استفادہ واصلاح ۳۲
علالت ۳۳
وفات ۳۴
امتیازی خصوصیات .... //

حصہ دوم

ملفوظات حضرت رائے پوری

جامع حضرت مولانا محمدانوری صاحب لائل پوری

مجھ سے اچھا تو گلی کا کتا ہے ۳۷
ہمارے پاس بھی دلائل موجود ہیں .... //
ذکر کئے بغیر کوئی چیز اچھی نہیں لگتی ۳۸
جب تک مسکینی رہتی ہے تب تک ترقی ہوتی ہے .... //
مفرد ذکر (یعنی اللہ اللہ) بدعت نہیں ہے ۳۹
اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے ۴۰
مشاہدے کا ایمان نصیب ہوجاتا ہے .... //
حضرت کو اللہ نے اخلاق عظیم کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا ۴۱
تقسیم ملک سے پہلے کے حالات کی طرف اشارہ ۴۲

اپنوں کی خاطر اپنی عاقبت خراب نہ کرے ۴۳
خدا پر یقین پیدا کرنا ہی کامیابی ہے .... //
اپنے اعمال پر اترانا نہیں چاہئے ۴۴
نفس کے خلاف چلنے کو مجاہدہ کہتے ہیں ۴۵
صحبت کا اثر بہت جلد پڑتا ہے .... //
جماعت سے نماز پڑھنے والا عمدہ نماز پڑھتا ہے ۴۶
اکیلے بیٹھ کر آہستہ ذکر کرنے سے مل کر ذکر کرنا بدرجہا بہتر ہے ۴۶
مراقبہ میں نیند کا آنا عشق میں کمی کا سبب ہے ۴۷
ادھورے عشق سے محبوب حقیقی نہیں ملتا ۴۸
مولانا محمد صاحب بڑے عشاق میں سے تھے ۴۹
بعض اولیاء کی نسبت لازمی ہوتی ہے اور بعض کی متعدی ۵۰
اللہ کا نام بے توجہی میں بھی اثر سے خالی نہیں .... //
مؤمن مؤمن کے لئے آئینہ ہے ۵۱
جولاپور کے راجہ کا پہلا لڑکا اور اس کا مسلمان ہونا ۵۲
مقصود اللہ کی ذات ہونی چاہئے ۵۳
صحابہ کرام کے حالات پڑھنے کا اثر ۵۴
خانقاہ میں تو آج کل فاقہ ہے .... //
یہ سختی تمہارے فائدہ کیلئے ہے ۵۵
توکل پر گزارہ ہوتا تھا ۵۶
توکل میں غیب سے روزی پہنچتی ہے .... //

محبوب کا اثر محبّ پر پڑتا ہے ۵۷
ہمارے اعمال بد کی قباحتوں سے کتے بھی شرماتے ہیں .... //
ٹھنڈا پانی خود بخود گرم ہو گیا ۵۸
کام ہی سے صانع کا کمال معلوم ہوتا ہے .... //
حضرت میران بھیک کو خلافت کیسے ملی؟ ۶۰
بعض مجربات و عملیات .... //
اپنے مالک کو راضی کرلو .... //
اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کی تربیت فرماتے ہے ۶۲
نسبت کس کو کہتے ہیں؟ ۵۳
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا کا لفظ لکھنا .... //
دم کرتے وقت دم کرنے والی کی توجہ ہونا ضروری ہے ۶۴
ذکر جب جزو بدن بن جاتا ہے تو پھر محسوس نہیں ہوتا ۶۴
طالب جنت دراصل طالب مولی ہی ہے ۶۵
مجانست ہی سے باہمی موانست ہوتی ہے ۶۶
متفق علیہ مسائل اور اصولی باتیں عمدہ پیرائے میں بیان کرنا ۶۷
سہارا لگا کر کھانا پینا خلاف سنت ہے ۶۸
بدن میں گرمی کا محسوس ہونا انوارات کی علامت ہے ۶۹
میں سب سے کمترین ہوں .... //
آپ کی قسمت گنگوہ میں ہے .... //
میرا رواں رواں ذکر کرتا ہے ۷۰

بے جان چیزوں میں اثر آتا ہے ۷۱
سلطان باہو کے اشعار .... //
رائے پور میں سلطان باہو کے اشعار کا پڑھنا ۷۲
راستے میں کسی سے الجھنا مت .... //
آپ کو دار العلوم کا رکن بنانا ہے ۷۳
رَسوُت کا پھول آنکھ کے مرض کے لئے اکسیر ہے .... //
جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں ۷۴
یہ تو رسالت سے صاف انکار ہے ۷۵
خود ہی خطبہ پڑھ کر خود ہی ایجاب وقبول کرادے .... //
بعض بزرگوں کا اپنے بارے میں کوئی تعریفی کلمہ کہنا اسکی حسن تاویل ۷۶
یکسوئی میں خلل ڈالنا جائز نہیں .... //
خشیت الٰہی میں کمی آ گئی ہے ۷۷
بس اپنے کام سے کام رکھ .... //
استعداد جتنی ہوگی ترقی اتنی ہی ہوگی .... //
شریعت وطریقت اور عارف ومحقق کی تعریف ۷۸
انبیاء علیہم السلام کیلئے پہلے عروج پھر نزول ۷۹

حصہ سوم

ملفوظات حضرت رائے پوری

جامع حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حسین للّٰھی

ہر جگہ اسلام کی آواز پہنچ چکی ہے ۸۴

دین کا کام خاموشی سے ہوتا ہے .... //
بندے کا کام بندگی کرنا ہے ۸۵
جب تک ذکر پورا نہ کرلے سکون نہ ہو ۸۶
جو حالت مناسب ہو وہی کرنی چاہئے .... //
توکل اور قبض کیا ہے ۸۷
شیخ کی توجہ مبذول کرانے میں مرید کا دخل ۸۸
محبت صحبت سے بڑھتی ہے .... //
مسلمان جاگنے کا نام ہی نہیں لیتے .... //
قرآن کا ادب یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے ۸۹
جس قدر ہو سکے عمل کرتے رہو ۹۰
صحبت اور ذکر سے اخلاص پیدا ہوتا ہے .... //
اصل مقصود اپنے نفس کی اصلاح ہے ۹۱
شیخ کی صحبت اور ذکر الٰہی دونوں ضروری ہیں ۹۲
اخلاص اور احسان کی وضاحت ۹۳
اسلام کی تعلیم میں انسان کی ترقی اور فلاح ہے ۹۴
مفت پڑھانے میں فیض زیادہ ہوتا ہے ۹۵
صحبت کا اثر جلدی پڑتا ہے .... //
اسلام کی اشاعت میں ہم روکاوٹ بنے ہیں .... //
سزا بھی محدود ہونی چاہئے ۹۴
واقدی کے سلسلہ میں حضرت کی رائے ۹۴

انسان ہی سے اللہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے ۹۷
جاسوسی کے لئے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھنا ۹۸
دونوں حالتیں بہتر ہیں ۹۹
حب جاہ کا علاج ۱۰۰
قلب میں نور کیسے پیدا ہوگا .... //
سمادھی کس چیز کو کہتے ہیں؟ ۱۰۱
گناہ کی سزا دنیا میں ۱۰۲
ذکر کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب حلال کھانا ہو ۱۰۳
اللہ کے یہاں متقی بندہ محبوب ہے ۱۰۴
انگریز مسلمانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے .... //
دین کے نام سے الگ جماعت بنانا ۱۰۵
خضر علیہ السلام کا مرتبہ زیادہ یا موسی علیہ السلام کا ۱۰۶
وہ شیطان تھا اور تمہیں علم سے محروم کرگیا ۱۰۷
اپنے قلب کی حفاظت کیا کرو ۱۰۸
تصوف نام ہے اخلاق حسنہ کے آنے کا ۱۰۹
اللہ کے یہاں قلب سلیم کام آئے گا .... //
مسلم بادشاہوں نے دین کی طرف توجہ نہ دی ۱۱۰
ہر آدمی میں تین خواہشات پائی جاتی ہیں .... //
نسب پر فخر نہیں کرنا چاہئے اصل چیز عمل ہے ۱۱۲
بادشاہوں کا نام صرف کتابوں تک محدود ہے .... //

اصل چیز محبت اور شیخ سے مناسبت ہے .... //
شیخ کامل کا انتخاب کرنا چاہئے ۱۱۳
میری قسمت میں جو نہیں ہے وہ مجھے مل جائے ۱۱۴
محبت کے تین اسباب ۱۱۵
اپنے شیخ ہی سے سب کچھ پوچھنا چاہئے .... //
اللہ تعالی کے نام میں برکت ہے ۱۱۶
حضرت شاہ عبدالرحیم کی دعا کا انداز .... //
اللہ تعالی نے جنت کا ذائقہ نصیب فرمادیا ہے ۱۱۷
بھوک سے بیتاب ہونا ۱۱۸
حافظ قرآن کا قبر میں تلاوت کرنا ۱۱۹
قرآن کی تلاوت سے مردہ سے بات چیت .... //
شہزادہ کو مارنے کی وجہ سے بادشاہ خوش ہوگیا ۱۲۰
تمہارا شیخ مشرک ہے ۱۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحاج عتیق احمد صاحب

ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور

خانقاہ رحیمی رائے پور جس کا فیض ایک صدی سے جاری وساری ہے، اس کے بانی اول، ولی باصفا، امام ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ (م ۱۹۱۹ء) تھے، جن کے حالات رفیعہ ''تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ'' میں آچکے ہیں، جو خانقاہ سے دوسال قبل چھپی تھی، ابھی اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے، ایک ایڈیشن کراچی سے بھی شائع ہوکر مقبول ہوچکا ہے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے مختصر حالات وملفوظات پر پیش نظر کتاب ''ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری'' ہمارے محترم دوست مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد کی پیشکش ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور قارئین کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ بزرگوں کے مآثر وملفوظات اور ان کی پاک زندگی کے نقوش وتأثرات کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت بخشتا رہے اور اپنی زندگی کو ان کے نقش قدم پر چلانے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے، وماذلك على الله بعزيز۔

یکم ذی قعدہ ۱۴۳۴ء　　　عتیق احمد غفرلہ

۸؍ستمبر ۲۰۱۳ء　　　ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

بزرگوں کے ارشادات وملفوظات سے ہر زمانہ میں فائدہ اٹھایا جاتا رہا ہے، اور ان کی اہمیت سمجھی جاتی رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اور بزرگان دین کے ملفوظات وارشادات قلم بند کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے مختصر حالات وملفوظات ہیں، جو تین حصوں پر مشتمل ہیں، پہلے حصہ میں حضرت کے مختصر حالات زندگی ہیں، جو راقم کی کتاب ''چند مایہ ناز اسلاف'' میں چھپے ہیں، دوسرے حصہ میں حضرت کے وہ ملفوظات ہیں جو حضرت کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد صاحب انوری نے جمع فرماکر شائع کرائے تھے، تیسرے حصہ میں وہ ملفوظات ہیں جو حضرت کے ایک خلیفہ مولانا ڈاکٹر حسین للّٰہی نے مرتب فرمائے تھے، ان میں سے کچھ ملفوظات ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میں ۲۰۱۰ء کے مختلف شماروں میں پانچ قسطوں میں شائع ہوئے تھے، ابھی بعض احباب کی خواہش ہوئی کہ ان کو ذیلی عناوین لگاکر نئے انداز سے کمپوز کرکے شائع کیا جائے، تاکہ ان کا افادہ مزید عام ہو۔

چنانچہ ان ملفوظات کو نئے سرے سے کمپوز کرایا گیا، اور ذیلی عناوین لگائے گئے، اس طرح یہ حضرت کے مختصر حالات اور ملفوظات کا ایک جامع مجموعہ تیار ہوگیا ہے، پھر اس کے شروع میں حضرت رائے پوری کے متعلق شیخ ومرشد حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی کا مضمون بھی بطور مقدمہ شامل کر دیا ہے، اسی طرح

مولانا سید محمود حسن حسنی نے بھی اس پر تقریظ تحریر فرمائی ہے، جن کی تحریض پر اس مجموعہ کی اشاعت کا پروگرام بنایا۔

چونکہ حضرت اقدس رائے پوریؒ کا فیض خانقاہ رائے پور کے ذریعہ ہوا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مجموعہ کی اشاعت بھی خانقاہ رائے پور سے ہی ہو، چنانچہ اب یہ مجموعہ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی، الحاج عتیق احمد صاحب کے اہتمام میں خانقاہ رحیمی رائے پور کے شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور قارئین کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

یکم ذی قعدہ ۱۴۳۴ء	محمد مسعود عزیزی ندوی
۸/اکتوبر ۲۰۱۳ء	رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بوڈ

شیخ طریقت ورہبر دین واخلاق عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے لوگوں کی تربیت اور تزکیہ کا وسیع اور غیر معمولی فریضہ انجام دے کر مورخہ ۱۳/ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶/اگست ۱۹۶۲ء کو اس جہان فانی سے رحلت کی اور لاکھوں افراد کو سوگوار چھوڑ گئے، ان کا سانحہ ارتحال لاہور (پاکستان) میں پیش آیا اور تدفین ان کے آبائی وطن ڈھڈھیاں ضلع سرگودھا (پاکستان) میں ہوئی، تربیت وتزکیہ کے میدان میں یہ ایک ایسا خسارہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا، گویا ملت یتیم ہوگئی، اللہ تعالی ان کے ساتھ خصوصی رحم وکرم اور انعام کا معاملہ فرمائے، اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حضرت رائے پوری احسان وسلوک میں ممتاز اور بزرگوں کے سلسلے کی اہم یادگار تسلیم کئے جاتے تھے، ان کے اس امتیاز اور اس خصوصیت کو ان کے عہد کے ممتاز شیوخ طریقت تسلیم کرتے تھے اور ان سے لاکھوں نے فیض اٹھایا، جن میں ملت کے مختلف طبقات اور مختلف سطح کے لوگ تھے، جن کا تعلق الگ الگ میدان فکر وعمل سے تھا، مگر یہ ایسا مرکز تھا جہاں سب جمع ہوتے تھے، اور اس چشمہ فیض سے اپنی تشنگی بجھاتے تھے۔

مجھے زندگی کا جب شعور حاصل ہوا، تو اس وقت ہندوستان میں برطانوی سامراج سے گلوخلاصی کی کوششوں کا چرچا تھا اور مسلمانوں کی عمومی زندگی میں اقتصادی بدحالی اور اخلاقی و دینی بے اعتنائی کا بھی دور دورہ تھا، اسی کے ساتھ ساتھ دینی زبوں حالی کو دور کرنے اور مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح کا کام بھی جگہ جگہ انجام دیا جا رہا تھا، اور اس سلسلے میں جن بڑے ربانی علماء اور شیوخ طریقت کا تذکرہ میں اپنے بڑوں سے سنتا تھا، ان میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری نمایاں حضرات تھے، ان میں سے سبھی کو دیکھنے کا موقع بھی ملا اور ان میں سے متعدد حضرات کی خدمت میں بار بار حاضری اور ان کے وعظ و نصیحت سننے کی سعادت حاصل ہوئی، خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کہ جن کو تزکیہ باطن کے طالبین کے مرجع کی حیثیت حاصل تھی، وہ شہری علاقے سے الگ قصبہ ''رائے پور'' کے بیرونی حصہ میں جہاں راحت اور شہری زندگی کی سہولتوں کا کوئی انتظام نہیں تھا، جنوبی سمت کے ایک باغ میں جو باغ رحیمی کہلاتا تھا، اپنے شیخ، شیخ زمانہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ کے جانشین کی حیثیت سے مقیم تھے اور وہ جگہ باوجود آبادی سے الگ ہونے کے ان کی خدمت میں طالبین ارشاد و تربیت کی کثرت آمد سے ایک آباد اور متحرک زندگی کی جگہ معلوم ہوتی تھی، یہ متحرک زندگی شہری ہماہمی کی نہیں تھی، یہ ذکر و عبادت کی ہماہمی کی زندگی تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری جن کے نام کے ساتھ رائے پوری کی نسبت ان کے نام کی صفت بن گئی تھی،

اصلاً رائے پور کے رہنے والے نہ تھے، وہ پنجاب کے ضلع سرگودھا (جواب پاکستان میں ہے) کے ایک قصبہ ڈھڈھیاں کے رہنے والے تھے، لیکن اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی خدمت میں اتنی دراز مدت تک رہے اور ان سے فیض اٹھانے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کی اس منزل تک پہنچے کہ ان کے جانشین ہوئے اور انہیں کی جگہ پر اس طرح ہر طرف سے منھ موڑ کر بیٹھ گئے کہ وہیں کے سمجھے جانے لگے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو شہرت اور ناموری اور دنیاوی فکر و راحت سے ایسی بے نیازی حاصل تھی کہ رائے پور کا رہائشی نظام ایسا بن گیا تھا کہ ان کی خدمت میں جانے والوں کو اپنی عادت میں داخل سہولتوں سے وہاں جا کر دست کش ہونا پڑتا تھا، اور ان کی خانقاہ میں ذکر اور عبادت کی یکسوئی کو اختیار کرنا پڑتا تھا، اور یہ ان کی تربیت اور دین کی طرف یکسو کرنے کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ہوتا تھا، حضرت مولانا نے خود اپنے شیخ کی خدمت میں ایسی بے نفسی اور گم نامی کے انداز سے وقت گزارا تھا کہ ان کے شیخ کو تو ان کے حال کی خوبی خوب معلوم تھی، لیکن دوسروں کو ان کی کسی اہمیت کا پتہ نہیں چلتا تھا، اور خدمت شیخ میں ان کو بعض وقت ایسی زحمتوں سے گزرنا ہوتا تھا، جو عام دین دار آدمی کے لئے مشکل ہوتا ہے، اسی لئے جب وہ اپنے شیخ کے بعد ان کے جانشین ہوئے تب لوگوں کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔

حضرت کی بے نفسی انتہائی بڑھی ہوئی تھی، اپنے معتقدین اور مسترشدین کے سامنے ایسی باتیں کرنے کا تقریباً موقع ہی نہیں آتا تھا کہ جن سے ان کی شخصیت کی عظمت کا احساس ہوتا، سیدھے سادھے انداز میں اور عام تجرباتی زندگی کے حوالہ سے دوررس باتیں فرماتے اور خاموش انداز میں اپنے مسترشدین کی تربیت فرماتے،

خانقاہ رائے پور میں ہمہ وقت لا الہ الا اللہ اور اللہ اللہ کے ذکر کی گونج ملتی، بے نفسی اور دنیا کے معاملات سے بے نیازی کو دیکھ کر آدمی یہ سمجھتا کہ ان کو دنیا کی حقیقتوں اور ضرورتوں کا علم نہیں ہے، لیکن امت کے کسی بھی اہم مسئلہ میں ان سے رائے حاصل کی جاتی تو بصیرت اور دور اندیشی کا اندازہ ہوتا، ان سے ملنے والے اور ان کے دیکھنے والے ان کے رہن سہن کے انداز اور بے نفسی سے متاثر تھے، چنانچہ اور ایک خاموش انداز سے دلوں میں ان سے عقیدت پیدا ہوتی گئی، بتدریج ان کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی اور اس ملک تک یہ مقبولیت پھیلتی گئی، تقسیم ہند کے بعد ان کا اپنا وطن پاکستان کا حصہ بن گیا تھا اور ان کے معتقدین و مسترشدین بھی بڑی تعداد میں پاکستان کے ہی شہری بن گئے تھے، اس لئے ان کو بار بار پاکستان بھی جانا پڑتا، جہاں خاصا خاصا وقت لاہور میں گزارنا ہوتا، وہاں ان کے ایک مسترشد بڑے عہدہ پر تھے، اور ان کا تعلق ایسا تھا کہ ان کے مسترشدین کو ان کے یہاں استفادہ کی سہولت زیادہ حاصل ہوتی، حضرت جب پاکستان میں قیام فرما ہوتے تو ان سے استفادہ کے لئے ہندوستان سے لوگ وہاں کا سفر کرتے، ان لوگوں میں میرے ماموں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی تھے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو حضرت سے استفادہ کا تعلق ہو گیا تھا اور یہ تعلق بتدریج بڑھتا چلا گیا، جو خصوصی اعتماد اور گہرے ربط کی حد تک پہنچ گیا اور اس کی بنا پر وہ بار بار رائے پور جانے کا موقع نکالتے تھے اور اس تعلق کے اثر سے مجھ جیسے خوردوں کو بھی حضرت کی خدمت میں حاضری کی سعادت ملنے لگی اور اپنی آنکھوں سے ان کی شخصیت کو دلنواز اور مؤثر شخصیت محسوس کرنے کا موقع ملا، اس کے ساتھ ان کی شفقت سے اس عقیدت کو

تقویت حاصل ہوتی رہی، میرے اور میرے ماموں کے وطن رائے بریلی اور عملی مستقر لکھنؤ میں حضرت کو کئی بار دعوت دی گئی اور وہ تشریف لائے، جن کی وجہ سے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ہم جیسے خوردوں کو شفقت کا رویہ بھی حاصل ہوا، حضرت کی دلنواز شخصیت نے سب کو متاثر کیا اور خاندان کے متعدد افراد نے حضرت سے بیعت وسلوک کا تعلق قائم کیا، دار العلوم ندوۃ العلماء میں بھی حضرت کا قیام رہا اور دار العلوم کے بعض اساتذہ وکارکنان اور بعض طلبہ بھی ان سے روحانی طور پر وابستہ ہوئے اور لکھنؤ ورائے بریلی اور قریب کے اضلاع کے لوگوں نے بھی یہ تعلق قائم کیا اور دینی و باطنی اصلاح کی فکر کی۔

۱۹۵۰ھ میں حضرت نے سفر حج کا ارادہ فرمایا اور اس میں خال معظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو بھی اپنے ساتھ رہنے کا موقع عنایت فرمایا، اس موقع سے خال معظم نے اپنے کئی شاگردوں اور عزیزوں کو جن میں یہ کاتب سطور بھی ہے، شریک سفر ہونے کا موقع عطا کیا، اس سفر میں جہاں حجاز مقدس کی برکات اور حرمین شریفین کی مبارک فضا سے دلوں کو جو تسکین ملتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ حضرت کے سربراہ سفر ہونے سے مزید برکت اور دلوں کو تقویت ملی، حضرت کا تواضع اور بے نفسی کا انداز ایسا تھا کہ اگر لوگوں کا ان کے ساتھ قدر واحترام کا رویہ نہ دیکھتے تو ان کی شخصیت کو کوئی ممتاز شخصیت سمجھنے کا احساس نہ ہوتا، وہ اپنی سادگی کے اسی انداز میں متوجہ الی اللہ رہتے اور اندر سے ذکر و معرفت الٰہی کی جو کیفیت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی، اس کا کچھ اندازہ دوسرے لوگ ان کی گفتگو کی جو دینی گہرائی ہوتی اس سے کر سکتے تھے، باقی اسلوب کلام یا انداز خطابت کی کوئی بات نہیں ہوتی تھی،

خال معظم کا جو گہرا تعلق قائم ہوگیا تھا، اس کی وجہ سے ان کو حضرت کی دینی رہنمائی کے ساتھ دین وملت کی نصرت اور قوت وترقی کے کاموں میں قیمتی مشورے حاصل ہوتے، ان سے حضرت کی صرف دینی بصیرت ہی کا نہیں بلکہ ملکی اور قومی بصیرت کا اظہار ہوتا تھا اور ہم لوگوں کو خال معظم کے اس تعلق سے حضرت سے قریب ہونے کا موقع ملتا اور شفقت حاصل ہوتی تھی، یہ شفقت ایک خاموش تربیت اور توجہ دہانی کا کام کرتی تھی، حضرت کی مجلسوں میں جو بڑی حد تک خاموشی کی صفت رکھتی تھیں اور اس خاموش کو کسی حد تک کسی دینی کتاب کے پڑھنے سے پر کیا جاتا تھا، اسی خاموشی اور کتاب کے پڑھنے سے اس مجلس کے شرکاء کو ایک خاموش فائدہ حاصل ہوتا تھا، اور وہ مختلف اوقات میں ارد گرد ذکر کی آوازوں سے ایک سماں سا بندھ جاتا تھا اور اس ماحول اور کیفیت میں وہ کشش تھی جو دور دور سے لوگوں کو کھینچ لاتی تھی۔

یہ ایک روشن چراغ تھا جو دور قریب عرصہ تک روشنی پھیلانے کے بعد اپنے مسترشدین کو غمگین کرکے بجھ گیا، لیکن جن کو اس نے روشنی پہنچائی ان سے دوسروں کو فیض پہنچنے کا سلسلہ قائم ہوا، اور یہ چراغ بہت سے چراغوں کو روشن کر گیا، اللہ تعالی حضرت کو اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے نورانی کاموں کا عظیم سے عظیم اجر عطا فرمائے (اسی دلنواز شخصیت کے یہ حالات اور ملفوظات ہیں، جن میں روحانیت، عبرت، موعظت اور سبق ودل آویزی ہے)۔

والسلام

محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

نائب مدیر پندرہ روزہ "تعمیر حیات"، لکھنؤ

یہ ایک حقیقت ہے کہ دین دین والوں کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے، اہل علم بھی علم حاصل کرکے دین پر عمل کرنے والوں کی صحبت حاصل کرکے علم دین پر عمل کی صلاحیت کو پختہ کرنے کے لئے اپنا وقت فارغ کرتے ہیں، گذشتہ صدی میں ان ممتاز اہل اللہ میں جن کے اندر دین راسخ ہو چکا تھا، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کا نام نامی نمایاں ہے، بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ "تزکیہ جسے کہتے ہیں وہ ان کے یہاں پورا ہو چکا تھا" چنانچہ ممتاز ترین اہل علم شہرت کے بام عروج کو پہنچنے کے باوجود ان کی صحبت میں حاضری کو اپنے لئے ذخیرۂ آخرت اور عین سعادت اور انتہائی شرف کی بات سمجھتے تھے، حتی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ اپنی بے پایاں علمی و دینی مصروفیات کے باوجود رائے پور حاضری کا التزام فرماتے، حضرت رائے پوری قدس سرہ سے استرشاد واستفادۂ دینی کے لئے خلقت امنڈ پڑی تھی، ان میں ایک بڑی تعداد کو ارشاد وافادۂ دینی کا اہل سمجھ کر حضرت نے اپنا مجاز بھی

فرمایا، بقول حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم حضرت مریدین کو ذکر تلقین فرماتے اور جس پر اس کے آثار دیکھتے اسے مجاز بھی فرمادیتے، ان میں بعض سے حضرت کو بڑا تعلق خاطر اور ان پر اعتماد رہا، ان میں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری (فیصل آبادی) اور حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حسین للہی رحمہما اللہ ہیں، ان دونوں حضرات نے حضرت کے ملفوظات قلم بند فرما کر شائع کئے تھے، ضرورت تھی کہ ان میں سے کچھ اہم ملفوظات منتخب کر کے ذیلی عناوین کے ساتھ شائع کئے جائیں، چنانچہ وابستگان خانقاہ رائے پور کے ایک صاحب تصنیف وتحقیق فرزند مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی زید فضلہ ورشدہ نے اس ضرورت کو پورا کیا، اور ان ملفوظات کے شروع میں حضرت کے مختصر حالات بھی شامل کردیئے ہیں۔

اس طرح اب یہ کتاب خانقاہ رائے پور کی طرف سے طبع جدید کے طور پر ناظرین باتمکین کے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے مستفید فرمائے، اور اپنے نام کی حلاوت اور اپنی عبادت کی لذت واطاعت کا نور عطا فرمائے۔

والسلام

محمود حسن حسنی ندوی

دائرہ حضرت شاہ علم اللہ، تکیہ کلاں رائے بریلی

(شب عید وجمعہ) یکم شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ

11

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ اول

مختصر حالات زندگی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

مرتب محمد مسعود عزیزی ندوی

مختصر حالات زندگی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

اسم گرامی و پیدائش

آپ کا نام عبدالقادر ہے، آپ ۹۱-۱۲۹۰ھ مطابق ۷۴-۱۸۷۳ء میں پنجاب کے ایک دوردست گاؤں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے ، آپ جب ۲۳-۱۳۲۲ھ میں رائے پور آئے تو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری (متوفی ۱۹۱۹ء) کے استفسار پر اپنا نام غلام جیلانی بتلایا، حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ تو عبدالقادر ہیں، چنانچہ اسی وقت سے آپ کا نام عبدالقادر مشہور ہوا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پاکستان کے مختلف حضرات سے حاصل کی ، انتہائی تعلیم اور تکمیل کے لیے ہندوستان کا سفر کیا، اور سہارنپور، رام پور، دہلی اور بریلی وغیرہ میں مختلف اونچے حضرات سے متعدد کتابیں پڑھیں، اور تکمیل نصاب کیا۔

ملازمت

ان مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی، شاید اس کا سلسلہ بریلی میں تکمیل کو پہنچا، اور وہیں بریلی ہی میں تدریسی کے فرائض انجام دئے ، اور وہیں والد کے انتقال کی خبر ملی، ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ملازمت

چھوڑ دی ، پھر آپ افضل گڈھ (ضلع بجنور) میں چلے گئے، اور وہاں کسی دوست یا رفیق درس کے تعلق سے کچھ عرصہ قیام کر کے مطب قائم کیا؛ لیکن یہ سلسلہ بھی چھ ماہ سے زائد نہیں چلا۔

انجذاب الی اللہ

بانس بریلی کے قیام کے دوران طبیعت کی بے چینی اور قلبی بے اطمینانی بہت بڑھ گئی تھی، اس زمانے میں حضرت امام غزالی کی کتاب "المنقذ من الضلال" کا مطالعہ کیا، جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت بیان کی ہے، اور اس بات کا اظہار کیا ہے کہ صحیح راستہ صوفیائے کرام کا ہے، جو اپنی سیرت و اخلاق میں نبوت کے پرتو کامل ہیں، اور ان کا نور باطن مشکوۃ نبوت سے ماخوذ و مستنیر ہے۔

حضرت جس باطنی کشمکش اور جس قلبی پریشانی میں مبتلا تھے، ان حالات میں اس کتاب نے رہبر کامل کا کام دیا، پھر حضرت نے افضل گڈھ (بجنور) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مثنوی ''تحفۃ العشاق'' کو دیکھا تو اس نے عشق حقیقی کی سوزش اور محبوب حقیقی کی طلب و تڑپ پیدا کر دی۔

چونکہ ایک دفعہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی سہارنپور میں طالب علمی کے زمانے میں زیارت کر چکے تھے، نیز حضرت کے بعض مریدین سے بھی آپ کی ملاقات ہو چکی تھی، اس لیے حضرت رائے پوری کی طرف دل کھنچا جاتا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت کی خدمت میں عریضہ تحریر فرمایا کہ ''میں بیعت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں'' حضرت عالی نے جواب میں رقم فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے "اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ"، میں آپ کو

لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں، آپ میں تو طلب ہے، مجھ میں تو یہ بھی نہیں ہے، آپ ہمارے مرشد حضرت گنگوہی کی طرف رجوع کریں، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ''میں اس خط کو پڑھ کر پھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں، چنانچہ دوبارہ حضرت کی خدمت میں خط لکھا اور عرض کیا کہ ''مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا، حضرت گنگوہی سے ملا، مگر میرا رجحان جناب کی طرف ہے، میری طرف سے اگر مہمان داری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمہ نہیں، میں اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوں''۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اس خط کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، لوگوں کو خط دکھلایا اور فرمایا کہ ''دیکھو یہ ہیں طالب''۔(۱)

رائے پور حاضری

آپ افضل گڈھ سے حضرت کی خدمت میں پہلی بار غالباً ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں رائے پور حاضر ہوئے، راؤ عطاء الرحمٰن خاں رائے پوری نے راقم سطور کے دریافت کرنے پر کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری حضرت کے پاس کب اور کیسے آئے، تو انہوں نے بتلایا کہ جس وقت حضرت شاہ عبدالقادر صاحب تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا قیام تاجیوالا، جمنا کے کنارے، ہریانہ میں تھا، حضرت آرہے تھے، جب حضرت نے شاہ عبدالقادر کو دیکھا تو فوراً بغیر سلام وکلام کے ان کو اپنی بہیلی میں بٹھالیا، یہ پہلی نظر کرم وشفقت ومحبت تھی، چنانچہ آپ نے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا ''جلدی کیا ہے؟

(۱) حیات طیبہ ملخص

استخارہ کرلو''، چونکہ آپ کو گھر جانا تھا، فرمایا گھر ہو آؤ، پھر بیعت کرلینا، گھر لوٹتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ حضرت گنگوہی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت نے پڑھنے کو وظیفہ بتلا دیا۔

دوبارہ رائے پور واپسی اور مستقل قیام

پھر دوبارہ وطن مالوف سے رائے پور واپسی ہوئی اور بیعت سے مشرف ہوئے، ذکر کی کیفیت بتلانے کے بعد پھر رائے پور میں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا۔

رائے پور کے قیام میں حضرت نے بڑا مجاہدہ کیا، اگرچہ اس دور کی پوری تفصیل ملنی تو مشکل ہے، تاہم حضرت نے اس دور کے جو حالات کبھی کبھی اصلاح وتربیت مریدین کی غرض سے بیان فرمائے تھے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت نے اس دور میں مشائخ متقدمین کا سا مجاہدہ کیا تھا، پوری پوری رات ذکر وفکر میں گزر جاتی تھی اور حضرت کی رات دن کی خدمت اس کے علاوہ تھی، زندگی کی کوئی آسائش وسہولت حضرت کو میسر نہیں تھی، خود فرماتے تھے کہ ''اس وقت خانقاہ میں بڑی عسرت کا دور تھا، مسلسل سوکھی روٹی کھا کر کئی قسم کے امراض پیدا ہوگئے تھے، کبھی حضرت کی خدمت میں مشغول ہوتا اور مطبخ بند ہوجاتا تو یا ڈیگچی چاٹ لیا، یا پھر طاق میں سوکھی روٹی کے ٹکڑے ہوتے ان کو پانی میں بھگو کر کھالیا''۔

الغرض اس وقت یا اس زمانے میں حضرت کے دو ہی کام تھے، ذکر واذکار کی مشغولیت اور حضرت کی خدمت، دن رات میں آرام کرنے کا بہت تھوڑا وقت میسر آتا تھا، رات کو حضرت کو لٹانے کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے اور پوری رات ذکر میں گزار دیتے، ذکر وشغل کے علاوہ رات دن آپ حضرت کی خدمت میں

مصروف رہتے اور آپ کو حضرت سے ایسا خادمانہ وعاشقانہ تعلق ہوگیا تھا جس کی مثال صرف اولیاء متقدمین کے حالات میں مل سکتی ہے، کہ اپنے آپ کو بھول کر فنا فی الشیخ ہوگئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ تبلیغی اسفار

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری تبلیغ کی غرض سے ملک کے طول وعرض میں طویل دورے فرمایا کرتے تھے، جگہ جگہ قیام کرتے اور مدارس کا اجراء کرتے، اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کرتے، مگر شاہ عبدالقادر صاحب ہم رکاب رہتے اور شاہ عبدالرحیم کی ضروریات کا اہتمام کرتے، چنانچہ حضرت مولانا خود فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھے اپنے حضرت سے اتنی مناسبت ہوگئی تھی کہ جو کچھ حضرت کے قلب پر وارد ہوتا، اللہ کی طرف سے وہی میرے قلب پر وارد ہوتا تھا، اور جو کچھ میرے قلب پر وارد ہوتا تھا وہی حضرت کے قلب پر وارد ہوتا تھا، گویا کہ معاملہ ایسا تھا، کہ

من تو شدم تو من شدی   من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں   من دیگرم تو دیگری

تکمیل طریقت اور اجازت وخلافت

چنانچہ جب آپ نے منازل سلوک طے کرلیے تو پہلے آپ کو حضرت عالی نے سلسلہ قادریہ میں مجاز فرمایا، اس کے بعد چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ) میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات اور آپکی جانشینی

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی علالت کا سلسلہ وفات سے پانچ سال قبل شروع ہوگیا تھا، مرض وفات میں جو لوگ بیعت کے لیے آتے تھے، حضرت کے حکم سے آپ ان سے بیعت لیتے تھے، اس زمانے میں بہ کثرت لوگ آپ سے بیعت ہوئے، ان ہی ایام میں ایک روز حضرت نے شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا ''دل تو چاہتا ہے کہ جیسے زندگی میں اکٹھے ہیں، مرنے کے بعد بھی ایک ہی جگہ رہیں'' مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔(۱)

بالآخر ۲۶ / ربیع الثانی، ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ / جنوری کو ۱۹۱۹ء کو حضرت کا وصال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ امام العصر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے سلسلے میں کسی رسمی جانشینی اور خلافت کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا، جو صاحب اہل ہوتے ہیں وہ خود ہی مرجع خلائق ہوجاتے ہیں، ویسے ہی حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت خود دے دی تھی، نیز چودھری محمد صدیق صاحب کو آپ کے بارے میں وصیت فرمانا کہ ''میرے بعد عبدالقادر کا خیال رکھنا'' زندگی میں اور موت کے بعد ایک ہی جگہ رہنے کی خواہش کا اظہار کرنا، حضرت شاہ عبدالقادر کا سارے تعلقات ختم کرکے حضرت کی خدمت میں پڑا رہنا، یہ باتیں سب آپ کی جانشینی پر دال تھیں، چنانچہ خود ہی حالات واسباب ایسے پیدا ہوتے گئے کہ بالآخر حضرت شاہ عبدالقادر ہی حضرت شاہ عبدالرحیم کے صحیح

(۱) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجود آپ کی شدید خواہش کے رائے پور میں اپنے شیخ کے پاس مدفون ہوں، آپ اپنے وطن ڈھڈیاں میں مدفون ہوئے۔

جانشیں وقائم مقام اور باطنی دولت کے وارث بنے۔

بیت اللہ کی زیارت اور حج

آپ نے کل تین حج کیے ہیں، پہلا حج آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں کیا، دوسرا حج حضرت کی وفات کے بعد آپ نے ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں کیا، اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے علماء وصلحاء کا مجمع تھا۔

تیسرا اور آخری حج آپ نے ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں کیا، اس سفر میں آپ کے ہمراہ رائے پور کے رؤسا اور راؤ صاحبان اور مفکر اسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندوی اپنے اعزہ واحباب کے ساتھ تھے، فیض آباد، بہٹ اور بریلی کے بعض شرفاء بھی شریک قافلہ تھے۔(۱)

عوام میں مقبولیت ومحبوبیت

حضرت کے اخلاص وللّٰہیت اور بے نفسی وفنائیت کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اس مادہ پرستی کے دور میں آپ کو ایسی مقبولیت ومحبوبیت نصیب فرمائی اور آپ کی طرف محبین ومعتقدین کا ایسا ہجوم ہوا، جس سے مسلمانوں کے عہد عروج اور دین داری وخدا طلبی کے دور ترقی کی ایک جھلک نظر آ گئی، آپ کہیں ہوں، گاؤں میں یا شہر میں، ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں، اہل طلب وارادت آپ کو گھیرے رہتے تھے، اور بغیر کسی اعلان واشتہار کے پروانہ وار جمع ہوجایا کرتے تھے، جس جگہ

(۱) آپ کے حج کی تفصیلات سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب، مولفہ حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی میں ملاحظہ فرمائیں

بھی تشریف فرما ہوتے، کئی سو کا مجمع حاضر رہتا، وسیع کوٹھیوں کا چپہ چپہ ذکر کرنے والوں اور دور دور سے آنے والوں سے معمور ہوجاتا تھا۔

آپ کی ذات نے ثابت کردیا کہ زمانے کے انقلاب کا بہانہ ہے، اخلاص وکمال کہیں مخفی ومستور نہیں رہ سکتے، دور آخر میں آپ کی محبوبیت اور عوام کی عقیدت کے مناظر نے اسلام کے دور اول کے علمائے ربانی کی مقبولیت ومحبوبیت کی یاد تازہ کردی۔

حضرت کی اس مقبولیت نے ثابت کردیا کہ دین اور خلوص میں اب بھی وہ کشش ہے جو کسی بڑے سے بڑے دنیادار، صدر مملکت اور کسی ارب پتی کو حاصل نہیں، سچ ہے:

مبیں حقیر گدایان عشق راکیں قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلہ

دنیا کے بڑے لوگوں کو خدام تو مل سکتے ہیں؛ لیکن ان کو وہ عقیدت ومحبت اور دل سوزی نہیں مل سکتی، جو اللہ کے مقبول بندوں کے مخلص خدام میں ہوتی ہے، اور ان خدام میں جن کا شمار ہوسکتا ہے، ان میں مولانا عبدالمنان صاحب، بھائی الطاف صاحب، صوفی برکت علی صاحب، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب، قاری محمد بشیر صاحب، حضرت کے بھتیجے مولوی عبدالجلیل صاحب اور بھانجے، مولوی عبدالوحید صاحب پیش پیش ہیں۔

حضرت کی تمام ضروریات وضوء استنجاء کرانا، کھانا کھلانا، دوائی وغیرہ استعمال کرانا، نہلانا، کپڑے پہنانا، لٹانا، بٹھانا، سب کچھ یہی خدام کرتے تھے۔(۱)

(۱) حیات طیبہ ملخصاً

عمومی بیعت

آپ کے اخلاص ، وسعت اخلاق، شفقت ومحبت اوراپنے کام میں انہاک ویک سوئی کی وجہ سے بہت جلدرائے پور کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی، سہارنپور کاضلع خاص طور پر، اور دوآبہ عام طور پر بزرگوں کے ساتھ عقیدت رکھنے والا، خدا کے نام کی چاشنی کالذت آشنا ہے، رائے پور کے اطراف اورکوہ وشوالک کے دامن، اور جمنا کے کنارے کا دونوں طرف کا علاقہ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بالعموم عقیدت وارادت رکھتا تھا، جابہ جاضلع میں، پہاڑ پر، کھادر کے علاقے اور جمنا کی ترائی میں آپ کے خدام اور آپ کے قائم کیے ہوئے مدارس ومکاتب پھیلے ہوئے تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات کے بعد یہ سب اہل ارادت وتعلق آپ سے مانوس اور متعلق ہوئے، پرانے خدام نے آنا جانا اور ذکر کرنا شروع کیا، ان کی ترغیب یا ان کی صحبت کے اثر سے نئے نئے لوگ بیعت کے لیے آنے لگے، اور بڑی تعداد میں داخل سلسلہ ہونے لگے، آپ علماء وخواص کو بیعت کرنے میں جتنے محتاط اور متأمل تھے، عوام کو اللہ کا نام سکھانے اور توبہ کرادینے میں نہیں تھے، بعض مرتبہ فرمایا ''یہ لوگ نہایت سادہ طبیعت، مخلص اور سچے ہوتے ہیں ان کی کوئی اور غرض نہیں ہوتی، صرف توبہ کرنا چاہتے ہیں، میں بھی اس خیال سے پس وپیش نہیں کرتا، کہ شاید ان کے خلوص کی برکت سے میری بھی نجات ہوجائے اوران کے ساتھ میں بھی توبہ کرلوں''۔(۱)

---

(۱) سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری صفحہ ۱۰۱

16

حضرت کے اخیر زمانے میں لوگ بہت زیادہ آتے تھے، کئی کئی سو کا مجمع ہوتا، تو حضرت کے حکم سے حضرت حافظ عبدالرشید صاحب بیعت وتوبہ کے کلمات کہلواتے تھے۔

خصوصی استفادہ واصلاح

رائے پور کی خانقاہ چونکہ رسوم وقیود سے بہت آزاد اور حضرت کی طبیعت مبارک بہت جامع، وسیع اور داروگیر سے بھی دور تھی، نیز مختلف ماحول اور طبقات کے لوگوں کا آپ سے تعلق اورعقیدت، اور آپ کو ان سے محبت تھی، اس لیے مختلف ذوق اور مکاتب فکر، صحیح الخیال علماء ، سیاسی رہنما، قومی کارکن، اہل مدارس ، اہل قلم وصاحب تصنیف ، جدید تعلیم یافتہ اور قدیم مدارس کے فضلاء، اپنی اصلاح وتربیت اوراپنے اپنے خلا کی تکمیل کے لیے حاضر ہونے لگے۔(۱)

ان میں بہت سے ایسے تھے کہ عرصے سے دین وعلم دین کی خدمت ، اصلاح وتبلیغ، تصنیف وتقریر یا مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی اور قومی خدمت میں مشغول تھے،

---

(۱) ان آنے والوں میں سیاسی ذوق، دینی فکر اور ثقافت وتعلیم کا جو اختلاف وتنوع تھا، اس کا کسی قدر اندازہ اس مختصر فہرست سے ہوسکتا ہے، جس میں زیادہ استیعاب واستقصاء سے کام نہیں لیا گیا اور بہت سے ممتاز اہل قلم وفکر کے نام چھوڑ دیئے گئے ہیں: مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد صاحب انوری، مولانا محمد ابراہیم، مولانا سعید احمد صاحب ڈونگوی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا عبدالوہاب خان رام پوری، خواجہ عبدالحئ فاروقی، قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، مولانا سید فخر الحسن استاذ دارالعلوم دیوبند، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری، مولانا زاہد حسن، حاجی عبدالواحد ایم، اے، پروفیسر عبدالغنی ایم، اے، صوفی عبدالحمید صاحب سابق صدر مسلم لیگ پنجاب ووزیر حکومت پنجاب، سید محمد جمیل صاحب سابق اکاؤنٹنٹ جنرل حکومت پاکستان، حاجی عبدالحمید صاحب ڈائرکٹر جنرل ٹیلی فون وٹیلی گراف حکومت پاکستان، حاجی ارشد صاحب مرحوم چیف انجینئر ٹیلی فون حکومت حجاز، چودھری عبدالحمید خان مرحوم کمشنر بحالیات مغربی پنجاب

اور ہندوستان کی علمی یا سیاسی محفلیں ان کی علمی لیاقت، سحر انگیز خطابت، یا مفکرانہ قیادت کی شہرت وآوازہ سے گونج رہی تھیں، اوروہ خود ہزاروں لوگوں کے مرجع اورمرکزعقیدت بنے ہوئے تھےلیکن ان کوخود (اس پوری دینی وعلمی مشغولیت وافادہ کے ساتھ) اپنے اخلاص واخلاق کی تکمیل کے لیے ایک شیخ کامل اورایک طبیب حاذق کی تربیت وصحبت کی ضرورت محسوس ہوئی اوراس ضرورت کا احساس ان کو کشاں کشاں حضرت کے پاس لایا اورانہوں نے رائے پورپہنچ کر بہ صدشوق وبہ کمال جوش خواجہ حافظ کی زبان میں عرض کیا۔(۱)

تو کہ کیمیا فروشے نظرے بہ قلب ما کن
کہ بضاعتے نہ داریم وفگندہ ایم دامے

علالت

جب حضرت آخری مرتبہ پاکستان گئے تولاہور کے قیام میں کئی بارمرض کا شدید حملہ ہوا، درجہ حرارت بہت بڑھ گیااورغفلت وغنودگی طاری ہوگئی، کئی کئی روز یہ حالت رہی، خدام پریشان وسراسیمہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب حضرت کا مرض انتہا کوپہنچ چکا تھا، حضرت پر استغراق کامل اورانقطاع کلی کی کیفیت طاری تھی، زبانی تعلیم وتربیت اورارشادواصلاح کا وقت بہ ظاہر ختم ہوچکا تھااورصاف معلوم ہورہا تھا کہ رشدوہدایت کا یہ چراغ اب گل ہونے کے قریب ہے، لیکن حضرت کے پاس مقیم ہر شخص محسوس کر رہا تھا کہ اس انقطاع ومعذوری کے باوجود یہ ماحول کسی کے نفس گرم اورقلب روشن سے گرم اورمنور ہےاور پورے ماحول پرسکینت واطمینان کاایک شامیانہ نصب ہے۔

(۱) سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صفحہ ۶-۱۰۵

وفات

آخرکار ۱۶/اگست ۱۹۶۲ء کوجمعرات کے روز، دن کے ساڑھے گیارہ بجے رشد وہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیےغروب ہوگیا۔

اکثر اہل اللہ کے لیے یہی یوم لقا ثابت ہوا ہے، قیام گاہ پر سناٹا چھا گیا، ہر شخص کو اس نعمت عظمی کے چھن جانے کا اوراپنی محرومی کا احساس ہوا۔

حضرت نے نصف صدی سے زائد مدت مسلسل مجاہدہ، مسلسل خدمت، مسلسل دعوت واصلاح اورمسلسل بے داری روح وقلب میں گزار کر اپنے خالق حقیقی کے دربارمیں حاضر ہوکرسکون واطمینان پایا ”یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ“۔

لاہورشہر میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، ریڈیو پاکستان نے لاہور سے اس روح فرسا واقعے کی اطلاع دی، شہر کے کونے کونے سے لوگ آخری زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے، چارمرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی، اورعین صبح صادق کے وقت تدفین عمل میں آئی، حضرت کی زندگی میں جس جگہ حضرت کی مجلس ہوا کرتی تھی، آج وہیں حضرت کی قبر (کوٹھری) بنی، دفن سے فراغت کے بعد صبح کی اذان ہوئی اورسیکڑوں میل سے آئے ہوئے خدام، نماز پڑھ کر بادیدہ تر رخصت ہوئے۔(۱)

امتیازی خصوصیات

مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکراوردینی وسیاسی، قومی رہنماؤں اوراہل علم وقلم حضرات کا اپنا مرشد ومربی بنانا، اس وجہ سے تھا کہ حضرت میں کچھ ایسی امتیازی

(۱) تلخیص، از حیاۃ طیبہ، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری

خصوصیات تھیں جو دوسری جگہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھیں ، چند قابل ذکر خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

آپ کے یہاں قرآن مجید سے شغف اوراس کی تلاوت کا خاص اہتمام تھا،محبت رسول اور صحابہ کرام سے تعلق ومحبت،اپنے شیخ سے اوراکابر سے خصوصی تعلق حددرجہ تھا، بے نفسی ، وفنائیت ،زہدوتوکل اور بذل وسخا، آپ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی ،نومسلموں سے خصوصی تعلق اور شفقت آپ کا امتیاز خاص تھا،حقیقت پسندی اورحالات سے باخبری اسلام کی فکرمندی اور مسلمانوں کے لیے دل سوزی آپ کا رات دن کا مشغلہ تھا۔

اگرکوئی شخص بلند اخلاق ،شفقت وعاجزی ، مسکینی وانکساری ،کمالات کا اخفاء، تسلیم وتوکل ورضا وسخاوت وغیرہ کومجسم دیکھنا چاہے تو مجموعہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں،اللہ تعالی حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سیہ کاروں کو بھی حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وہمت عطا فرمائے اور آخرت میں عاقبت محمود کردے۔

حصہ دوم

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

جامع حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پور (فیصل آبادی)

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

مجھ سے تو اچھا گلی کا کتا ہے

فرمایا جب ذاکر کے نزدیک مدح وذم برابر ہوجائے، تو انشاء اللہ تعالی کام بن گیا، اپنے آپ کو ایسا گرادے اور نیچے اتار دے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، یہ یقین پیدا ہو جائے کہ میں ہی سب سے کمترین ہوں، سب مجھ سے اچھے ہیں، میں نے عرض کیا کہ بھاولپور میں حضرت شاہ صاحب کشمیری حافظ عصر امام علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے، شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانبدار ہوکر بھاولپور میں آیا تھا، تمام مجمع چیخیں مار اٹھا، حضرت اقدس سرہ پر اس واقعہ کو سن کر بہت رقت طاری ہوئی، فرمایا کہ یہ واقعی شاہ صاحب تو آیۃ من آیات اللہ تھے۔

ہمارے پاس بھی دلائل موجود ہیں

فرمایا میں نے ملاحسن اور ترمذی شریف کا کچھ حصہ حضرت شاہ صاحب سے پڑھا ہے، سبق پڑھاتے وقت کہیں کے کہیں نکل جاتے تھے، میں تو غیر مقلد ہوجاتا اگر شاہ

صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا، جب حاضر ہوا تو ترمذی میں فاتحہ خلف الامام کی ہی بحث ہو رہی تھی، جب حضرت شاہ صاحب کی تقریر سنی تو قلب مطمئن ہوگیا کہ ہمارے پاس بھی دلائل موجود ہیں۔

ذکر پورا کئے بغیر کوئی چیز اچھی نہیں لگتی

۱۹۴۰ء میں ایک دفعہ جب احقر رائے پور حاضر ہوا تو فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب میں حاضر ہوا تو بھائی معزالدین صاحب خادم تھے، ہم بھی حجرے میں رہنے لگے، پرانا گڑ رکھا تھا، اس کو صاف کر کے رکھ لیا، بس چائے میں وہی ڈال کر پیتے تھے، اور ٹوٹی ہوئی ایک لاٹھی تھی، زہریلے جانوروں کو اس سے بھگا دیا کرتے تھے، اور بیڑی ویڑی کبھی دیکھی بھی نہ تھی، نہ کبھی لالٹین لے جاتے تھے، بس اندھیرے ہی میں اللہ تبارک وتعالی حفاظت فرماتے تھے، ذکر سے ایسی طبیعت چسپاں ہوئی کہ ایک ہی مجلس میں پورا کر لیتا تھا، نہایت ہی شدومد سے ذکر کرتا تھا، مولانا محمد یحیٰی صاحب سہارن پور سے تشریف لاتے تو میرے پاس آ بیٹھتے کہ تیرا ذکر سننے آیا ہوں، ساڑھے تین گھنٹے میں پورا ہوتا تھا، پھر جب کمر تھک جاتی تو ایک تختی سے سہارا لگالیتا، ذکر پورا کئے بغیر مجھے کوئی چیز اچھی نہ لگتی تھی، اب تو لوگوں کو کم ہی ذکر کا شوق وذوق ہے، اکثر فرمایا کرتے تھے:

صوفی نہ شود صافی تا درنہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

جب تک مسکینی رہتی ہے تب تک ترقی ہوتی ہے

فرمایا اس میں غصہ راستے میں حائل ہوجاتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے، جس جس

قدر ہو سکے متحمل ہو، حلم ہو، بردبار اور مسکینی، انشاء اللہ تعالیٰ لے نکلتی ہے، میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت میں نے اس دربار میں ایک بات دیکھی ہے جو کسی بھی دربار میں نہیں دیکھی وہ یہ کہ اپنے آپ کو ماردینا، ہیچ محض سمجھنا، حتی کہ خدام کو بھی اپنے سے بہتر یقین کرنا، فرمایا ہاں آپ خوب سمجھے، جب تک مسکینی رہتی ہے تو ترقی ہوتی رہتی ہے، جب یہ آیا کہ میں بھی کچھ ہوں تو بس وہیں رہ گیا، مشائخ کے پاس اسی لئے آتے ہیں کہ رزائل نفس نکل جائیں اور فضائل پیدا ہو جائیں، شیخ طبیب ہوتا ہے وہ سالک کے حالات پر نظر رکھتا ہے، مثلاً بخل ایک رذیلہ ہے وہ نکل جائے، سخاوت پیدا ہو جائے، خودستائی خودنمائی کی بجائے اپنے عیوب پر نظر ہو جائے، ذکر کرنے سے قلب میں انشراح پیدا ہوتا ہے، اور اپنے عیوب پر نظر پڑتی ہے، ورنہ دوسروں کے عیوب نظر آتے ہیں، اپنے اوجھل ہو جاتے ہیں، عجب کی بجائے خدا کا شکر کرے، اور انعام خداوندی سمجھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہی فضل وکرم نہ فرماتا تو میں کہیں کا بھی نہ رہتا، فرمایا کرتے تھے کہ لوگ تصوف کو معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں، تصوف نام ہے، اخلاق فاضلہ آجانے کا جو بغیر صحبت شیخ کامل میسر نہیں آتا، تجربہ یہی بتلاتا ہے۔

مفرد ذکر (یعنی اللہ! اللہ) بدعت نہیں ہے

سنہ ۴۲ء کا واقعہ ہے، حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا کریم بخش مرحوم پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور حضرت سے مناظرہ کر رہے تھے کہ آپ خلاف سنت ذکر کراتے ہیں، مفرد ذکر اللہ اللہ تو بدعت ہے، حضرت نے میری طرف دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ مسلم شریف میں حدیث صحیح موجود ہے "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَا یُقَالُ فِی الْاَرْضِ، اَللّٰهَ اَللّٰهَ" کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کا سبق

دیا اور ترمذی میں بھی حدیث موجود ہے، اور "عرف الشذی" میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الجمیل" میں قادریہ کا طریق ذکر فرمایا ہے کہ ان کے ہاں پہلے آٹھ تسبیح، پانچ، اللہ اللہ اسم ذات کی اور تین لا الہ الا اللہ نفی واثبات کی ہیں، کیا یہ بدعت ہے؟ نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد احد کا نعرہ لگاتے تھے، جب امیہ بن خلف حضرت بلال کو زدوکوب کرتا تھا، کیا یہ بدعت تھا؟۔

اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے

پھر جب حضرت جالندھر تشریف لے آئے اور مجھے حکم دیا کہ مدرسہ خیر المدارس میں جا کر کتابیں لا کر ہمیں مسئلہ دکھا، چنانچہ میں گیا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ سے میں نے عرض کیا کہ تفسیر عزیزی میں "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" (۱) ذرا دیکھنا چاہتا ہوں، تفسیر فارسی پرانی کا نہایت صحیح نسخہ نکل آیا، اس میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شرح وبسط سے اس مسئلہ کو لکھا ہے، وہ کتاب لا کر میں نے عبارت حضرت کو سنائی، نیز الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا "ولذکر اللہ" کی شرح میں فرمایا ہے "وَلَذِكْرُ اسْمِ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ ذِكْرِ سَائِرِ اَسْمَائِهٖ" یہ بھی سنایا، حضرت اقدس بہت خوش ہوئے اور سہارنپور پہنچ کر سارے واقعات خود حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کو سنائے، میں بھی ساتھ تھا۔

مشاہدے کا ایمان نصیب ہو جاتا ہے

ایک بار فرمایا جب ذکر خوب جاگزیں ہو جاتا ہے تو توکل کی کیفیت راسخ ہو جاتی

(۱) سورۂ مزمل آیت ۸۔

ہے اور توحید پر یقین ہو جاتا ہے، اس وقت آدمی عملی موحد ہو جاتا ہے، ہر چیز اللہ سے مانگتا ہے، جب تک یہ کیفیت راسخ نہ ہو تو کچا ہے، اور مراقبہ معیت خوب پختگی سے ہوتا ہے، کسی وقت طبیعت اوجھل نہیں ہوتی اور "حَتّٰی یَاتِیَكَ الْیَقِیْنِ" زندگی ہی میں نصیب ہو جاتا ہے، اس وقت ایمان تقلیدی سے نکل جاتا ہے اور مشاہدے کا ایمان نصیب ہوتا ہے اور "اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ" درجہ حضوری کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے اور کم از کم درجہ حضوری کا ہے "فانہ یراک" یہ حضوری ہے جیسا کہ بعض محققین نے لکھا ہے، میں نے عرض کیا کہ "انجاح الحاجہ" میں حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ تعالی نے اسی طرح بیان فرمایا ہے، اس پر بہت خوش ہوئے۔

حضرت کو اللہ نے اخلاق عظیم کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا

غالباً ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے کہ حضرت دہرہ دون میں حافظ ابراہیم صاحب کی کوٹھی پر رسپنہ ندی کے کنارے تشریف فرما تھے، راج پور میں کھیڑی کے ایک نواب صاحب نے دعوت کی کہ حضرت مع مہمانوں کے میری دعوت کھائیں، حضرت نے فرمایا کہ ہم تو یہیں دعوت کھائیں گے، تم دعوت تیار کر کے یہیں بھیج دو، نواب صاحب نے قبول فرمایا موٹروں پر دعوت کا سامان رکھ کر دہرہ دون ہی بھجوا دیا، حضرت اقدس نے خوش ہو کر دعوت کھالی، میرے دل میں یوں ہی وسوسہ سا گزرا کہ چلے جاتے تو اچھا تھا، فوراً فرمایا کہ یہ بڑے اونچے لوگ ہیں، ہمیں خاطر میں کب لاتے ہیں، یہ تو اپنے کتوں کو موٹر میں رکھ بٹھا کر علاج کروانے دہرہ دون بھیجتے ہیں، اگر ہمیں کھانا موٹروں میں رکھ کر بھیج دیں گے تو کیا حرج ہے، اس طرح کرنے سے میرا صرف یہ

مطلب ہے کہ کچھ تو نیچے اتریں، چنانچہ دوسرے دن نواب مع بیگم صاحبہ خود تشریف لائے اور عذر اور معذرت کیا کہ ہمیں معاف فرمایا جائے، ہمیں تو خود حاضر ہونا تھا میں بیمار ہو گیا، خیر حضرت اقدس ملاطفت سے پیش آئے، اگلی جمعرات کو پھر دعوت کے لئے راج پور کی کوٹھی پر بیگم صاحب نے خود عرض کیا اور بیعت بھی حضرت سے کر لی، حضرت نے کچھ پڑھنے کو فرمایا، پھر بیگم صاحب نے فرمایا کہ حضرت یہ تو نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اس لئے عرض کیا کہ شاید اس طرح اور نیچے اتر آئیں اور حضرت سے بیعت ہو جائیں، حضرت اقدس نے قبول فرمالیا، پھر تو نواب صاحب خود کھانے میں شریک ہوئے اور بیعت بھی ہو گئے اور بڑے گرویدہ ہوئے، حضرت اقدس کو اخلاق عظیمہ سے اللہ تعالی نے اس قدر حصہ وافر عنایت فرمایا تھا کہ دوسرا تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

تقسیم ملک سے پہلے کے حالات کی طرف اشارہ

تقسیم ملک سے پہلے شام کا کھانا کھا کر مجھ کو نزدیک بلا کر بٹھاتے، اور یہ آیت مبارکہ تلاوت کراتے "وَقَضَیْنَا اِلیٰ بَنِی اِسْرَائِیْلَ فِی الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا، فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَاداً لَنَا اُوْلِی بَأْسٍ شَدِیْدٍ، فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ، وَكَانَ وَعْداً مَفْعُوْلاً"۔(۱)

اس کا ترجمہ کراتے اور فرماتے "عبادا لنا" کا کیا مطلب ہے؟ عرض کرتا کہ حضرت شاہ عبدالقادر نے "اپنے بندے" ترجمہ فرمایا ہے، فرماتے کہ وہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ بخت نصر تھا، جو کہ بت پرست بادشاہ تھا، اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر لے

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۴۔

گیا تھا، معلوم ہوا کہ نبی کے صاحبزادے بھی اگر طغیانی پر اتر آئیں تو مشرکین سے پٹائی کرادی جاتی ہے، ایسا ہی حال ہمارا ہو رہا ہے کہ ہر معاملے میں خلاف شریعت کرنے پر تلے ہوئے ہیں، خدا فضل کرے کہیں پٹائی نہ ہو، بھائی الطاف سے فرماتے ارے الطاف کرلے جلدی جلدی جو کرنا ہے، معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے، آخر کار وہی ہوا جو ہونا تھا، اور خوب پٹائی ہوئی پھر بھی ہم کو سمجھ نہ آئی۔

اپنوں کی خاطر اپنی عاقبت خراب نہ کرے

فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم فقط موجودہ حالات سے ہی سبق لیتے اور مراقبہ کرتے تو اس میں بھی بڑا سبق تھا کہ ''جب اپنی کرنی اور اپنی بھرنی'' ہی ٹھہری، تو اپنوں کی خاطر اپنی عاقبت نہ خراب کرے، کوئی وقت پر کام نہیں آتا، نہ باپ نہ بھائی، نہ بیٹا نہ بیٹی، خواہ کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو، دکھ درد کے وقت کام نہیں آتا، ملک کی تقسیم کے وقت سب کچھ کھل کر سامنے آ گیا، لہٰذا اپنے اللہ تعالی سے تعلق جوڑے اور اسی کو اپنا خیر خواہ تسلیم کرے، کسی پر بھروسہ نہ کرے، اس کی ذات پر توکل کرے، آخر اس ہی کی طرف واپس جانا ہے، تو جیتے جی کیوں نہ اس کا ہو رہے، اگر زندگی میں ملائکہ سے تعلق ہو گیا تو قبر میں مانوس رہے گا، انشاء اللہ تعالی اس کو قبر میں وحشت نہ ہوگی، نہ منکر نکیر کے سوال وجواب سے گھبرائے گا کیونکہ رب العالمین پر پہلے ہی ایمان ہے۔

خدا پر یقین پیدا کرنا ہی کامیابی ہے

اگر رب العالمین پر دنیا میں یقین ہے، یعنی یہ یقین کرتا ہے کہ میرا رب مجھے روزی پہنچاتا ہے، میرے کرنے نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، آسمان سے روزی اترتی ہے، میرا رب مجھے روزی پہنچاتا ہے، یہ یقین پیدا کرلے تو پھر اس کو آخرت میں

کیا ڈر ہے، ہمیں تو خدا تعالی پر اتنا بھی اعتماد اور توکل نہیں ہے، جتنا مہمان کو میزبان پر ہوتا ہے، جتنا چھوٹے بچے کو ماں باپ پر ہوتا ہے، ہم تو باوجود ایمان لانے کے یہ اعتماد ہی نہیں کرتے کہ ہمارا کوئی رب ہے جو ہم سے روزی کا وعدہ کرتا ہے، نہ آخرت میں باز پرس پر یقین ہے، بے عملی کی زندگی تب ہی تو گزارتے ہیں، اس کو بخشنے والا مانتے ہیں، یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ غفور رحیم ہے، لیکن اس نے ہم پر اپنی عبادت بھی تو فرض کردی ہے، اس کو ماننا بھی تو فرض ہے، اس لئے ہم کو یقین نہیں آتا کہ عبادت کریں گے تو بخشے جائیں گے، نیکی کرنا فرض ہے، شرک اور کفر اور گناہوں سے بچنا فرض ہے۔

اپنے اعمال پر اترانا نہیں چاہئے

ایمان نام ہے خوف اور رجا کے بین بین رہنے کا، نیکی کرے اور اس کے رحم وکرم پر امید رکھے اور اس سے ہر وقت ڈرتا رہے، بندہ کو ہر حال میں اپنی بندگی کے اقرار کے بغیر چارہ کار نہیں ہے، لیکن اپنے اعمال پر اترانا نہیں چاہئے ورنہ مارا جائے گا، یہ محض فضل ربی سے ہوا جو نیکی ہوگئی ''وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ'' (۱) قرآن پاک اعلان کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمہ وقت اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں، اپنی طرف نسبت نہ کرے بلکہ اللہ تبارک وتعالی کا انعام سمجھے ''وَجَاهِدُوا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، هُوَاجْتَبٰكُمْ وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ، هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِى هٰذَا، الْجُهْدُ الْوَسَعُ وَالطَّاقَةُ وَبِالْفَتْحِ الْمُشَقَّةُ'' (۲) یہ جہاد اکبر ہے، یعنی اپنی وسعت اور اپنی طاقت کے مطابق مشقت اٹھاؤ، نیت خالص ہو۔

---

(۱) سورۂ اعراف آیت ۴۳۔ (۲) سورۂ حج آیت ۷۸۔

نفس کے خلاف چلنے کو مجاہدہ کہتے ہیں

اور نفس کے خلاف چلنے کو مجاہدہ کہتے ہیں، مراد یہ ہے کہ اقوال اور اعمال اور کل احوال میں اخلاص ہو اور یہ جہاد بالنفس سے اور مخالفتہ الھوی سے ہوتا ہے، اخلاص نصیب ہوتا ہے صفاء قلب سے اور فناء نفس سے، اور یہ ہر وقت جہاد بالنفس الامارۃ بالسوء سے نصیب ہو جاتا ہے، بشرطیکہ شیخ راسخ فی العلم کی طویل صحبت نصیب ہو، ان کے سینوں سے انوار لیتا رہے، کیونکہ صوفی جب فناء نفس اور صفاء قلب کے بعد مخلصین میں سے ہو جاتا ہے تو لومۃ لائم کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور اس کی عبادت بلا ریا وسمعہ ہو جاتی ہے، حدیث میں ہے: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَالِاِمْرِئٍی مَّانَوٰی" اس وقت اس کی عبادت اللہ تعالی کا مطیع ہو جاتا ہے، پھر نافرمان نہیں بنتا، اور بے شک یہ جہاد اکبر ہے، اس آیت مبارکہ میں جس کی تصریح ہے۔

یہ تجربہ میں آیا ہے کہ بغیر مصاحبت شیخ کامل مکمل کے یہ نصیب نہیں ہوتا، صحابہ کرام کی یہ برکت صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفائی قلب وفناء نفس دفعتہً ہو جاتا ہے، اور ہمارا وہ حال نہیں ہے، ہمیں طویل صحبت کی ضرورت ہے، انہوں نے تو علوم ظاہرہ اور باطنہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر لئے تھے، وہ تو سورج کے سامنے تھے اور ہم سب رات میں ہیں، جوں جوں بعد ہوتا جائے گا ظلمت آتی جائے گی۔

صحبت کا اثر بہت جلد پڑتا ہے

فرمایا کہ اصل غرض تو بیعت سے صحبت نیک ہے کہ انسان اپنے ماحول سے اثر لیتا ہے، خواہ اس کو شعور ہو یا نہ ہو، دیکھ پہاڑوں کے رہنے والے بالعموم میدان کے رہنے والوں سے سخت دل ہوتے ہیں، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہر وقت پتھروں میں

رہ کر سخت ہو جاتے ہیں، شہری لوگ بالعموم دیہاتوں سے مہذب ہوتے ہیں، اکھڑ نہیں ہوتے، بات کو سمجھتے ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے "اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَنْ لَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" (۱) ہم بچوں کو برے بچوں کی صحبت سے بچاتے ہیں، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کی آوارگی اس میں بھی سرایت نہ کر جائے۔

جماعت سے نماز پڑھنے والا عمدہ نماز پڑھتا ہے

شریعت نے نماز با جماعت رکھی ہے کہ با جماعت نماز ادا کرنے سے اس میں شوق وذوق بڑھے گا "وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ" صحابہ کرام میں جب کوئی جماعت میں شریک نہیں ہوتا تھا، اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اذان اسی واسطے شریعت نے رکھی کہ ایک ماحول پیدا کیا جائے، ایک دوسرے کی نماز کا اثر پڑے گا، نماز با جماعت پڑھنے والا عمدہ نماز پڑھتا ہے کیونکہ زیادہ عمدہ موقعہ استفادہ کا ملتا ہے۔

اکیلے بیٹھ کر آہستہ ذکر کرنے سے ملکر ذکر کرنا بدرجہا بہتر ہے

ذکر بھی اکٹھے بیٹھ کر کرنے سے ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے اور جمعیت خاطر نصیب ہوتی ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اکیلے آہستہ بیٹھ کر ذکر کرنے سے مل کر ذکر کرنا بدرجہا بہتر ہے کہ اس کا اثر متعدی ہوتا ہے، ذکر جہر سے خواطر کم ہوتے ہیں، آج کل طبیعتیں غبی اور سرد ہیں، لہذا جہری آواز سے ذکر کرنا زیادہ مؤثر رہتا ہے، قلب میں حرارت پیدا ہوتی ہے، ہاں مفرط جہر نہ ہو، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ متقدمین صوفیا جہر ہی کرتے ہیں، حضرت خواجہ نقشبندیؒ کا زمانہ

(۱) سورۃ توبہ آیت ۹۷۔

آیا تو انہوں نے آہستہ کو پسند کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں اس کو خوب لکھا ہے، جب خوب ذکر جاگزیں ہوجائے اور ہر بن موی ذکر کی آواز آنے لگیں تو آہستہ کرنا چاہئے، جب یہ کیفیت خوب پختہ ہوجائے تو اسم سے مسمیٰ کی طرف چلے کہ جو کچھ عبادات فرض واجب مستحب ہورہی ہیں، وہ مشیت ربانی کے تحت ہورہی ہیں، جب یہ کیفیت بھی خوب پختہ ہوجائے اور بلا ارادہ ہونے لگے، تو یہ خیال کرے کہ ہر نعمت جو مل رہی ہے وہ باری تعالی فیاض وجود ہی کی طرف سے آرہی ہے ”وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ“ سب خیالات ہی کا کرشمہ ہے، اصل میں جب عشق باری تعالی نصیب ہوتا ہے تو سب کچھ اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوجاتا ہے۔

مراقبے میں نیند تعجب کی بات ہے

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ لوگ کیسے کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں نیند مراقبے میں بہت آتی ہے، بھلا مراقبہ معیت کا نصیب ہو اور پھر نیند آجائے، نیند کہاں:

عشق جان طور آمد عاشقا
طور مست وخر موسی صعقا
عاشقی با مردگان پائندہ نیست
زانکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست

اصل میں یہ راستہ قرب باری کا ہے، مزدوری اور ثواب کا راستہ نہیں ہے، خواہ مالک الملک ثواب بھی عطا فرمائے اور قرب سے بھی نوازے، یہ اس کی عنایت بے غایت ہے:

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

ادھورے عشق سے محبوب حقیقی نہیں ملتا

جب مولانا روم کے والد صاحب حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا، یہ آپ کا لڑکا کسی وقت بڑے پایہ کا ہوگا:

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ تو ہفت اقلیم عشق کے بادشاہ ہوگئے اور ابھی ہم ایک ہی کوچہ کے پیچ وخم میں چکر لگا رہے ہیں۔

شیخ عطار فرماتے ہیں:

چو تو در بند ہر چیزے
خدا را بندہ کے باشی

جب تو ہر چیز کی فکر میں ہے تو خدا کا کب بندہ بنے گا، اس لئے سب پر نماز جنازہ پڑھ دے اور رشتہ ایک مالک الملک سے جوڑ لے، لا کی نفی کے نیچے اپنے آپ کو بھی لائے کہ میں بھی نہیں ہوں، فقط ایک ہی ذات ہے، جب تک اس کا عشق نہیں ہوتا کام نہیں بنتا:

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است

ہمارے ادھورے عشق سے وہ محبوب حقیقی مل نہیں سکتا، مولانا عبداللہ صاحب فاروقی کو فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو خدا کا شکر کرنا چاہئے، آپ کو دل گداز والا، رقت والا عنایت فرمایا گیا ہے، ایک دفعہ فرمایا ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے، مولانا عبداللہ صاحب ڈھڈی حاضر تھے کہ مولانا ولی محمد جالندھری کو کہا کہ:

غنیمت جان لے مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

مولانا محمد صاحب تو بہت بڑے عشاق میں سے تھے

غالباً ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے، عصر کے بعد حضرت نے کچھ ایسی تقریر فرمائی کہ سب کو رلا دیا، خصوصا احقر پر بہت اثر ہوا، صبح کو بعد نماز فجر جب مجلس ہوئی تو میں نے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھا:

ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند
حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

مولانا عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب نے تائید کی، حضرت مولانا محمد صاحب جو والد تھے حضرت مولانا عبداللہ صاحب فاروقی کے، والد صاحب کے بڑے مہربان تھے اور تمام جماعت رائے پور کے استاد اور حضرت گنگوہی کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، بہت اونچے عشاق میں سے گزرے ہیں، مولانا غلام رسول صاحب نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی تھی، پھر حضرت گنگوہی کی خدمت میں جا کر مرید ہوگئے، مولانا غلام رسول صاحب نے پڑھا:

کراں ہے ہے تے زاروزار دواں زاروزار
میں تسبیح انسو واں والی پردواں

فرمایا کہ واقعی مولانا محمد صاحب تو بہت بڑے عشاق میں سے تھے، میں نے سہارن پور میں زیارت کی ہے، بس ساری رات روتے ہی رہے، جب ذکر شروع کرتے تو یہ شعر پڑھتے:

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنور نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جو ایک بار مولانا کا وعظ سن لیتا تھا، اس کی تہجد کبھی فوت نہیں ہوتی تھی، بڑا متعدی عشق تھا۔

بعض اولیاء کی نسبت لازمی ہوتی ہے بعض کی متعدی

بعض اولیاء کی نسبت لازمی ہوتی ہے کہ خود صاحب کمال اور دوسروں کو ایسا نہیں بناتے، بعضوں کی نسبت متعدی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس رنگ میں رنگ دیتے ہیں، فرماتے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارۂ مرمر سوی　　چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

اولیاء اللہ کی صحبت مبارکہ بڑی تاثیر رکھتی ہے، انسان دوسرے کے اخلاق جذب کرتا رہتا ہے، اگرچہ غیر شعوری طور پر ہی ہو پھر بھی صحبت کی تاثیر جاتی نہیں۔

اللہ کا نام بے توجہی میں بھی اثر سے خالی نہیں

یہ جو مشہور ہے:

برزباں تسبیح ودر دل گاؤ خر　　ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ہم نے تو اس کے برعکس بھی تاثیر دیکھی ''ایں چنین تسبیح ہم دارد اثر'' جب ''وتبارک اسمک''، ہم روزانہ نماز میں پڑھتے ہیں، سورۂ رحمٰن میں ہے ''تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ'' (۱) تو اللہ کا نام کب اثر سے خالی ہے، اگر دوا کی

(۱) سورۂ رحمٰن آیت ۷۸۔

تاثیر معلوم نہ بھی ہوتب بھی اثر تو رکھتی ہے، پھر اللہ کا نام اثر نہ رکھے گا، ہاں اگر توجہ سے ہوتو نور علی نور ہے۔

مؤمن مؤمن کے لئے آئینہ ہے

فرمایا کہ صوفی عبدالحمید صاحب کے والد ہمارے حضرت کی خدمت میں آئے تو ہیٹ کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے، حضرت نے کچھ اعتراض نہ کیا، بہت شفقت سے رکھا، کئی دن رہ کر گئے، پھر جب دوبارہ آئے، تو میں پہچان نہ سکا، پائجامہ پہنے ہوئے ٹخنے ننگے، دیسی جوتی، لاٹھی کے ساتھ لوٹا لٹکایا ہوا، دو پیسے کی ٹوپی سر پر، لمبا کرتا، ہم دیکھ کر حیران رہ گئے، دریافت کیا، چودھری صاحب وہ فیشن دار لباس کہاں گیا، فرمایا اس بوڑھے نے کچھ کردیا، بس اس لباس سے نفرت ہی ہوگئی، پھر تو کایا پلٹ گئی، ریاست بھاولپور میں دسٹرکٹ جج تھے، بالکل سادے رہے، تہجد گزار ذاکر شاغل سادہ غذا درویش صفت بن گئے، حضرت نے اجازت بھی عطا فرمائی تھی کہ چودھری عالم علی سے کہنا کہ آپ جس انداز سے چل رہے ہیں چلتے رہئے، کوئی اللہ کا بندہ اللہ کا نام پوچھے تو بتلادیا کریں، خود مجتہد نہ بن بیٹھے، شیخ کے پاس آتا رہے اور اپنے احوال ذکر کرتا رہے، شیخ کو آئینہ یقین کرے، مومن مومن کے لئے آئینہ ہے کہ عیوب دیکھتا ہے لیکن دوسروں کے پاس نہیں کھولتا اور خود چھپاتا نہیں، آدمی بعض دفعہ ناجائز امور کرتا رہتا ہے اور اس کو کمالات گمان کرلیتا ہے، شیخ اس کو مطلع کرتا ہے، اور اصلاح کرتا ہے، اسی لئے پیر کا ہونا ضروری ہے:

تا راہ بین نہ باشی کے راہ بر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

جوالا پور کے راجہ کا پہلا لڑکا اور اس کا مسلمان ہونا

غالباً ۱۹۴۰ء میں رائے پور میں فرمایا تھا کہ وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت جلال الدین بخاری قوم گوجر، جاٹ، راجپوت جو کوہ شوالک کے دامن میں بستے تھے، حضرتؒ کے فیض صحبت سے اسلام میں داخل ہوئے، حضرت مخدوم جہانیان جب ہریدوار کے قریب جوالا پور تشریف لائے، گاؤں سے باہر ایک پہاڑ میں ڈیرہ لگالیا، لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے، راجہ کے اولاد نہیں تھی، اپنی رانی کو بھی ساتھ لے گیا اور عرض کیا، حضرت ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ خدائے تعالیٰ ہمیں اولاد نرینہ دے، آپ نے فرمایا ایک شرط ہے، پہلا جو آپ کے لڑکا ہوگا وہ ہم لیں گے، اس نے قبول کرلیا، آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دو بیٹے عطا فرمائے گا، پھر آپ چند یوم قیام فرما کر چلے گئے، سترہ سال کے بعد تشریف لائے، راجہ اور رانی کو فکر لاحق ہوگیا کہ وعدہ کے موافق ہمیں اس لڑکے کو حضرت کے پاس لے چلنا چاہئے، پھر خیال آیا کہ چھوٹے بیٹے کو لیجاتے ہیں، جب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت نے معاً فرمایا یہ تو وہ لڑکا نہیں ہے، بہت شرمسار ہوئے، ادھر اس لڑکے کے پیٹ میں درد اٹھا، پیغام پہنچا کہ لڑکا مرتا ہے، لاچار ہوگئے اور وہ لڑکا لاکر حضرت کو پیش کردیا، حضرت نے فرمایا، اب ٹھیک ہے، فرمایا وہ وعدہ یاد ہے، راجہ نے کہا کہ حضرت خوب یاد ہے، فرمایا کہ پورا کرو، لڑکے کو فوراً حضرت کے سپرد کردیا، حضرت نے فرمایا کہ پڑھ کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور قینچی سے سر پر سے بودی کاٹ دی اور اس کو اپنے پاس بٹھالیا، گھر جاکر رانی نے کہا ہم ہندو رہ کر کیا کریں گے، ہمیں مسلمان ہوجانا چاہئے، شام کو دونوں بھی حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے، اب تک جوالا پور میں ان دونوں

بھائیوں کی اولاد ہے، مسلمان کی اولاد مسلمان راجپوت کہلاتی ہے اور ہندو کی ہندو راجپوت، پھر اور لوگ بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔

مقصود اللہ کی ذات ہونی چاہئے

فرمایا مقصود اصلی رضائے خدا کا حصول ہے، اور جو انوارات اور کیفیات راستے میں سالک کو نظر آئیں، انہیں میں نہیں رہ جانا چاہئے بلکہ ان سب پر لا کی نفی کھینچ دینا چاہئے، یہ سب غیر اللہ ہے، مقصود تو اللہ کی ذات ہے، یہ ساری کیفیات اگر نصیب بھی ہو جائیں، مگر رضائے مولا کے کام نصیب نہ ہوں، تو کچھ نہیں، کوشش کر کے سب کی نفی کرے اور اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچے، یہ کشف وکرامات تو زہر قاتل ہیں، ان کی طرف تو دھیان بھی نہ کرے ورنہ مارا جائے گا:

نفس وشیطاں زد کریمارا من ❁ رحمت باشد شفاعت خواہ من

بجز رحمت خداوندی کے کوئی منزل مقصود پر نہیں پہنچا، اسی واسطے دعا آئی ہے "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" (۱) تو ہی چلا ہم کو سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا، معلوم ہوا کہ بندے کی کوشش کچھ نہیں کر سکتی، جب تک رحمت خداوندی شامل حال نہ رہے، خود بیچارہ کیا کرے گا "وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ"۔(۲)

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا

اسی واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے اور کوئی شخص صحابہ کرام

(۱) سورہ فاتحہ آیت ۶۔

(۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۱۴۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتباع کے بغیر عارف نہیں ہوا، اسی لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

صحابہ کرام کے حالات پڑھنے کا اثر

فرمایا کہ اولیاء اللہ کے حالات باعث تقویت ایمان والایقان ہیں، اور حصول برکات کا باعث ہیں؛ لیکن میں نے تجربہ کیا ہے کہ جتنا مجھ پر اثر صحابہ کرام کے حالات پڑھنے سے ہوتا ہے، کسی کے حالات پڑھنے سے نہیں ہوتا حتیٰ کہ بعض دفعہ بالکل دروازہ بند کر کے بیٹھتا ہوں اور حالات صحابہ کرام پڑھتا ہوں تو دھاڑے مار کر روتا ہوں، سبحان اللہ صحابہ کرام کی کوئی کیا ریس کر سکتا ہے، جنھوں نے خدا اور اس کے رسول کے عشق میں بڑی بڑی ایذائیں اٹھائیں، ہجرتیں کیں اور گھر بار لٹائے "وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا" (۱) لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے حالات سناؤ، میں کہتا ہوں صحابہ کرام سے بڑھ کر کون ولی اللہ ہو سکتا ہے، انکی غلامی سے تو سب کچھ ملتا ہے۔

خانقاہ میں تو آج کل فاقہ ہے

فرمایا ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب، حضرت شاہ غلام علیؒ کے خدام میں سے تھے، غالباً خلیفہ بھی تھے، پیدل چل کر دہلی جا کر حضرت کے ہمراہ جمعہ کی نماز ادا فرماتے، ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا تو آپ کے گاؤں تگری کا ایک بوڑھا بھی مصر ہوا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے، پہنچے تو وہاں شاہ غلام علی صاحب کے ہاں فاقہ تھا، حضرت کے دادا صاحب فرمانے لگے لو یہ دونی لے لو تم بازار سے کچھ کھالینا، ہمارے حضرت کے ہاں تو آج کل فاقہ ہے، وہ کہنے لگا ہم بھی

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۹۵۔

فاقہ کریں گے، ایک دن تو خیر نبھ گیا، اگلے روز بھوک کی شکایت کی، حضرت کے دادا صاحب نے فرمایا میں تو کہہ رہا تھا تجھ سے برداشت نہ ہوسکے گا، لو یہ دونی بازار سے کچھ کھا پی لو، چپکے ہی چلے جاؤ، جب وہ دروازے پر گیا، ایک درویش ملا، پوچھا تم کدھر جارہے ہو، کہا کہ کچھ کھاؤں گا، یہاں خانقاہ میں تو آج کل فاقہ ہے، درویش نے کہا کہ میاں کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ تم بھی درویشوں کے ساتھ ہی رہو، جب سب کھائیں گے تو تم بھی کھالینا، شرمندہ ہوکر واپس آبیٹھا، اتنے میں حضرت شاہ غلام علی صاحب حجرہ سے باہر تشریف لے آئے، فرمایا کہ سب ذاکرین کو بلاؤ، جب سب آگئے تو دعا فرمائی، یا اللہ ہم بھوکے ہیں، تو ان درویشوں کے طفیل میں ہمیں کھانا دے، اتنے میں شاہی پیادے پہنچے کہ فلاں شاہزادے کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، دیگیں حضرت کی دعوت کے لیے بھیجی ہیں، اور یہ روپے تو حضرت کی نذر ہیں، فرمایا روپے تو تم ہی لے جاؤ اور دعوت ہم کھالیتے ہیں اور سب نے سیر ہوکر کھایا۔

یہ سختی تمہارے فائدہ کیلئے ہے

فرمایا حضرت شاہ غلام علی صاحب نے حضرت مرزا جان جاں رحمتہ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی، حضرت مرزا صاحب نازک مزاج بہت تھے، ایک دفعہ پنکھا ہلا رہے تھے، فرمایا کیا ہاتھوں میں سکت نہیں رہی، جب زور سے ہلانے لگے تو فرمایا ہمیں اڑاؤ گے کیا؟ ان کی زبان سے نکلا، نہ یوں بنتی ہے نہ یوں، فوراً ناراض ہوکر نکال دیا کہ یہاں تو یہی ہوگا، کئی دن کے بعد راضی ہوئے، پھر جب راضی ہوئے تو ایک دن فرمایا کہ غلام علی میں نے تیرے ساتھ سختی کی جو تیرے فائدے کے لئے کی تھی، بس اب تم ماشاء اللہ کامیاب ہو، جاؤ اور کوئی اللہ کا بندہ اللہ کا نام پوچھے تو

بتا دینا، حضرت شاہ غلام علی کسی ویران مسجد میں بیٹھے، اس کو صاف کیا اور عبادت میں مصروف ہوگئے، حضرت نے فرمایا تھا کہ کسی کے دروازے پر نہ جانا، کئی دن فاقہ ہوا لیکن کسی کے دروازے پر نہ گئے، آخر ایک آدمی آیا اور بلند آواز سے پکارا، کوئی اندر ہے تو کھانا لے لو، حضرت پہلے تو اٹھے پھر بیٹھ گئے کہ حضرت نے منع فرمایا ہے کہ کسی کے دروازے پر نہ جانا، آخر وہ مسجد کے اندر صحن میں آگیا کہ کیا مرنے ہی کی ٹھان رکھی ہے، کھانا لے لو، میں نے اٹھ کر کھانا لے لیا کہ یہ انکار تو ناشکری ہے، پھر تو اللہ تعالیٰ نے خوب دیا، سینکڑوں مہمان آتے تھے۔

توکل پر گزارہ ہوتا تھا

سائیں توکل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خاص خادم رہتا تھا، بڑا صابر شاکر، حضرت کا معمول تھا کہ انبالہ شہر سے باہر جنگل میں چلے جاتے تھے، درویش بھی جاتا تھا، وہاں تخلیہ میں عبادت کرتے اور مراقبہ فرماتے اور توکل پر گزارہ تھا، ایک دفعہ رات کو مراقبہ فرما رہے تھے کہ اوپر کچھ گرنے کی آواز آئی، درویش کو بلایا کہ دیکھ یہ کیا ہے، شاید یہ ڈھیلے ہیں، اس نے کہا حضرت یہ تو اشرفیاں ہیں، فرمایا اب امتحان ہوچکا اور موجاں مار، یعنی موج سے کھاؤ، اب راستہ اللہ نے کھول دیا، اب انشاء اللہ پرواہ نہیں رہے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہزاروں مہمان ہوتے تھے۔

توکل میں غیب سے روزی پہنچتی ہے

فرمایا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ اللہ کا بندہ جب جنگل میں توکل کر کے بیٹھ جائے، اور اللہ اللہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور غیب سے روزی پہنچاتا ہے، یہ تو ہمارے یقین کا فرق ہے، ایک مرید نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ اگر

مجھے ایک وقت کی روٹی نہ ملے تو پھر کیا کروں؟ فکر نہ کرو دوسرے وقت ملے گی، اس نے کہا کہ اگر دوسرے وقت بھی نہ ملے، فرمایا فکر نہ کر تیسرے وقت ملے گی اس نے کہا اگر تیسرے وقت بھی نہ ملے تو فرمایا تیرے توکل میں کمی ہے، اللہ پر اعتماد نہیں ہے۔

محبوب کا اثر محبّ پر پڑتا ہے

فرمایا ہمارے حضرت منشی جی صاحب (منشی رحمت علی صاحبؒ) بڑے صاحب کشف وکرامات تھے، میری موجودگی میں ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ علماء وعظ کہتے ہیں مگر اثر خاک نہیں ہوتا، اس کی کیا وجہ ہے، فرمایا کہ محبوب کا اثر محبّ پر پڑتا ہے، ہمارا محبوب تو سونا ہے اور وہ پتھر ہے، دل میں اس کی محبت ہے، وعظ ونصیحت نورانی لطیف، اس پر خاک اثر ہوگا، پہلے یہ نکلے تو اثر ہو، فرمایا مجھے حضرت منشی صاحب کا جواب بہت پسند آیا۔

ہمارے اعمال بد کی قباحتوں سے کتے بھی شرماتے ہیں

۱۹۴۲ء میں ایک دفعہ احقر نے بعد عصر ڈھڈی میں عرض کیا، حضرت شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کا ایک شعر ہے:

قباحتہائے فعل ما کہ سگ زال عارے دارد
بجز دریائے فضل تو کہ شوید ایں قباحتہا

(ہمارے اعمال بد کی قباحتیں ایسی ہیں کہ ان سے کتا بھی شرماتا ہے، تیرے فضل کے دریا کے سوا کون ان قباحتوں کو دھو سکتا ہے) سن کر بہت رقت ہوئی کہ سبحان اللہ واقعی خوب فرمایا، پھر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر سنا ہے کہ وعظ سادہ فرماتے تھے مگر ایسا مؤثر کہ سننے والے سب روتے تھے، میں نے بھی سنا، یہ اکثر پڑھا

کرتے تھے اور خود بھی حضرت پر رقت طاری ہوتی تھی اور سامعین بھی روتے تھے: ؎

رنگالے چیز یا رنگالے ری سیس ۞ نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن ۞ کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

ٹھنڈا پانی خود بخود گرم ہوگیا

فرمایا کہ مولانا نور محمد صاحب شہباز شریعت والے بڑے عالم دین تھے، طبیعت میں جلال تھا اور مولانا محمد رمضان بھی اس علاقے کے تھے، انہوں نے "رنگیلی بلبل" کتاب لکھی (مسئلہ وحدۃ الوجود پر) مولانا محمد رمضان بڑے صاحب کشف تھے، ایک دفعہ کسی مسجد میں گئے، وضو کے لئے پانی مانگا، کورے لوٹے میں خادم نے دیا، اس میں پانی بجائے ٹھنڈا ہونے کے گرم ہوگیا، مولانا نے فرمایا کہ یہ لوٹا اس مٹی کا بنا ہوا ہے جس (مٹی کی) قبر میں مردے کو عذاب ہو رہا ہے، دوسرے لوٹے میں پانی دیا ٹھنڈا ہوگیا، احقر نے عرض کیا کہ مولانا نور محمد صاحب تو فرماتے ہیں کہ رومی، جامی، مہمی اینہاں وڈے کفر کمائے، سب کو کافر کہہ گئے، مولانا رومی، مولانا جامی، مولانا محمد رمضان مہم کے رہنے والے تھے، فرمایا کہ ہمارے حضرت فرماتے ہیں ان کو برا نہ کہنا چاہئے سبھی صاحب حال گزرے ہیں۔

کام ہی سے صانع کا کمال معلوم ہوتا ہے

فرمایا حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ شمس الدین ترک پانی پتی سے روٹھ کر گھر کو چل دیئے، نکلتے ہی راستہ بھول گئے، راستہ میں ڈھاک کا ایک جنگل تھا، ایک درخت پر چڑھے کہ کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے راستہ پوچھیں، دیکھا کہ ایک آدمی چلا آرہا ہے، اس سے پوچھا، انہوں نے فرمایا راستہ تو پیچھے ہی بھول

آئے، مراد یہ تھی کہ واپس جاؤ، اسی شیخ سے ہی راستہ ملے گا، واپس گئے تو حضرت دروازہ ہی پر منتظر کھڑے تھے، سینے سے لگالیا اور اب اجازت دیکر واپس کیا۔

احقر محمد لائل پوری عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چو دیدی کار رو در کارگر آر
قیاس کارگر از کار بردار

(جب تو نے کام دیکھا تو کاریگر کی طرف متوجہ ہو، اور کام ہی سے صانع کا کمال معلوم ہوتا ہے) یہ تو مقام جمع ہے، یعنی ان کو آئینہ بنائے اور باری تعالی تک پہنچے، اور اگر بحالت مجموعی سب پر نظر رہے تو یہ مقام جمع الجمع ہے(۱) حضرت فرماتے تھے کہ

(۱) معنی اصطلاحات جمع وفرق وجمع الجمع

آں یکے ماہے ہمے بیند عیاں — آں یکے تاریک مے بیند جہاں
آں یکے سہ ماہ مے بیند بہم — ایں سہ کس بنشستہ یک موضع بہم
چشم ہرسہ باز گوش ہرسہ نیز — در نور آویزاں وازمن در گریز

یعنی ایک شخص تو وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے (چاند سے مراد تشبیہاً اللہ تعالی ہیں اور بیند سے مراد مشاہدہ ہے جس کا حاصل غلبہ استحضار فی الذہن ہے نہ کہ دیکھنا، اس کو عیاں کہنا مجازا ہے، باعتبار اطمینان تام کے یعنی مشاہدہ وغلبہ توجہ بحق سے مشرف ہے اور خلق کی طرف اصلاً ملتفت نہیں) دوسرا اور شخص ہے جو عالم کو تاریک دیکھ رہا ہے، یعنی صرف مخلوق پر نظر التفات ہے، اس کو مراۃ مشاہدہ انوار حق نہیں بنایا، اور مصنوع سے صانع کی طرف منصرف نہیں، گویا عالم اس کی نظر میں تاریک ہے، ایک تیسرا وہ شخص ہے جو تین چاند دفعتہً دیکھ رہا ہے، مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک حالت میں حق اور خلق پر نظر رکھتا ہے، پس ایک ماہ تو حق تعالی شانہ باعتبار مراۃ ہونے کے، ورنہ بدون مرآۃ کے ابھی تاریک کہہ چکے ہیں، تیسرا ماہ یہ مجموعہ دو ماہ کا، ہر چند اس مجموعہ کا کہ موجودہ اعتباری ہے، شمار کرنا ضروری نہ تھا لیکن چونکہ نظر بحق ونظر بخلق کا جمع علی سبیل التعاقب اس مرتبہ میں مقصود بالحکم ہے، بلکہ علی سبیل الاجماع ملحوظ ہے، اس مجموعہ کے اعتبار کرنے سے اس اجتماع کی طرف اشارہ ہوگیا، کیونکہ مجموعہ میں ہیئت وحدانیہ کا اعتبار ضروری ہے اور وحدت اور اجتماع دونوں کا مترادف ہیں، پس اول کو اصطلاح میں جمع کہتے ہیں، دوم، سوم کو جمع الجمع، غرض یہ تین قسم کے اشخاص اور تینوں اپنی اپنی جگہ مست بیٹھے ہیں، بلا واسطہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہو جاتے ہیں اس کو جذب کہتے ہیں اور اجتبا اور محبوبیت اور مرادیت بھی کہتے ہیں۔ (محمد انوریؒ)

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہ کے شیخ ان کو مقام جمع الجمع میں لے جانا چاہتے تھے۔

حضرت میران بھیک کو خلافت کیسے ملی؟

فرمایا کہ حضرت شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حضرت میراں بھیک رحمۃ اللہ علیہ صوفی عبدالحمید صاحب کے گاؤں ٹھسکہ میں حضرت کا مزار ہے، مشہور ہے کہ زیارت گاہ خواص وعوام ہے (میں بھی ٹھسکہ میں حضرت اقدس کے ہمراہ گیا تھا، یہ ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے) ہے۔

ایک دفعہ حضرت شاہ ابوالمعالی حضرت میراں بھیک رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہوگئے، نکال دیا، ناچار واپس ہوئے، برسات کا موسم تھا۔

شاہ ابوالمعالی کا مکان کچا تھا ٹپکنے لگا، گھر والوں نے کہا ایک تو مرید تھا وہ بھی نکال دیا، اب اس مکان کو کون درست کرے، ادھر حضرت میران بھیک نے خیال کیا کہ شیخ کا مکان ٹپکتا ہوگا فوراً چل دیئے، دریائے جمنا - خوب چڑھاؤ پر تھا - سے عبور کر کے انبیٹھ آئے اور ہمسایہ کے مکان کی سیڑھی سے چڑھ کر سوارخ بند کر دیئے، گھر والوں نے کہا کون ہے جو ہمارے کوٹھے پر پھر رہا ہے، حضرت نے فرمایا بھیک ہی ہوگا، پھر بلند آواز سے پکارا بھیک! حضرت اس خوشی میں کہ مجھے حضرت نے بلایا ہے فوراً کوٹھے پر سے کود کر نیچے آئے اور حاضر ہو کر سر جھکا کر کھڑے ہوگئے، حضرت شاہ ابوالمعالی نے اٹھ کر سینے سے لگالیا اور اجازت دیکر واپس کیا، سبحان اللہ یہ ہے سچا عشق شیخ کا۔

بعض مجربات وعملیات

احقر کو ایک بار جب کہ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری تھی فرمایا جو

آیت دل میں آئے لکھ دیا کرو یا پڑھ کر دم کر دیا کرو، انشاء اللہ صحت ہوجایا کرے گی، ایک دفعہ چہل کاف کی بھی اجازت عنایت فرمائی تھی "کَفَاكَ رَبُّكَ كَمْ يَكْفِيكَ" ایک دفعہ عرض کی کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری نے "سَلَامٌ عَلٰى نُوحٍ فِى الْعٰلَمِينَ، اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ، اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ" (۱) سات یا گیارہ بار پڑھ کر سانپ کے کاٹے کو دم کرنا فرمایا تھا کہ ضرور کر دیا کرو۔

ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا حسین علی صاحب واں بچھراں والے باؤلے کتے یا زہریلے جانور کے لئے نمک پر دم کر دیا کرتے تھے کہ بیمار کو اتنا کھلائے کہ دست ہونے لگیں، فرمایا کہ نمک کی تاثیر ہی یہی ہے کہ اس سے دست ہونے لگتے ہیں، جب دست ہونے لگتے ہیں تو زہر اتر جاتا ہے، سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ تین تین بار پڑھنا چاہئے، حضرت شاہ صاحب کشمیری اکثر یہ آیت لکھ دیتے تھے "قُلْنَا يَانَارُ كُونِى بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيمَ، وَاَرَادُوْ بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَا هُمُ الْاَخْسَرِينَ" (۲) بخار اتر جاتا تھا۔

اپنے مالک کو راضی کرلو

بعض لوگ اپنی پریشانیاں بیان کرتے تھے، حضرت ان کو "یا مغنی" پڑھنے کو فرمادیتے کہ ایک دو چلے اس کے کرلو، دو رکعت اشراق یا چاشت کے وقت پڑھ کر ایک ہزار بار "یا مغنی" پڑھے، پھر دو رکعت نماز پڑھ کر یا مغنی ایک ہزار بار پڑھے، اسی طرح دو تین چلے پورے کرلے، فرماتے کہ ذکر ہی کی کثرت سے سب کچھ ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے پڑھے، کسی چیز کی بھوک نہیں رہتی، جس نے اپنے

(۱) سورۂ صافات آیت ۷۹/۸۰/۸۱۔

(۲) سورۂ انبیاء آیت ۶۹/۷۰۔

مالک اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیا باقی کیا رہ گیا، مالک الملک کی مرضی کے ساتھ راضی رہنا ہی اعلیٰ بات ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی تربیت فرماتا ہے

فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ میرے والد صاحب میرزاہد ہروی سے سبق پڑھ کر تشریف لا رہے تھے کہ شیخ سعدی کی رباعی زبان پر چڑھ گئی، والد صاحب اسے پڑھنے لگے:

جز ذکر دوست ہر چہ کئی عمر ضائع ہست

جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوح دل را از نقش غیر حق

علمیکہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

تین مصرعے تو یاد آتے تھے چوتھا مصرعہ زبان پر نہ چڑھتا تھا، اچانک ایک نورانی جسم برآمد ہوا انہوں نے پڑھا، علمیکہ رہ بحق نماید جہالت است، میں نے خوش ہوکر پوچھا آپ کون بزرگ ہیں؟ فرمایا وہ جلدی جلدی لمبے قد اٹھا کر چلنے لگا، میں ساتھ دوڑ نے لگا وہ اور تیز ہوگئے تا آنکہ غائب ہوگئے۔

احقر نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا ہوا، فرمایا یہ روح متجسد اور متمثل ہوگئی، جیسا کہ آخرت میں سب اعراض جواہر بن جائیں گے، ایسا ہی روح کا متجسد ہوجانا کوئی محال امر نہیں ہے، خدائے تعالیٰ قادر ہے کہ اس طرح بھی کسی اپنے بندہ کی تربیت فرمائے جیسا کہ حضرت بھاولنگری نے فرمایا کہ دہلی میں حدیث پڑھ رہا تھا، جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا، اس کو دس آدمی اٹھاتے تھے، میں ہنسنے لگا کہ ایسا بھی پیالہ ہوگا، اچانک غنودگی طاری ہوئی اور حضرت رائے پوری تشریف لائے،

فرمایا لا کتاب اور پڑھ حدیث، میں نے کتاب لاکر حدیث پڑھی، اس میں قصعہ کا لفظ تھا، فرمایا گستاخ کرتو ترجمہ لگن؟ مجھے فوراً تنبہ ہوا اور سارا شک رفع ہوگیا، جیسا خواب میں ہوا کرتا ہے، کبھی جاگنے کی حالت میں بھی ہوجاتا ہے۔

نسبت کس کو کہتے ہیں

فرمایا حضرت مولانا اللہ بخش صاحب بھاولنگری فرماتے تھے مجھے، نسبت کے معنی معلوم نہیں تھے، جب میری والدہ کا انتقال ہوا، میں رائے پور سے بھاؤلنگر گیا تو جس جگہ والدہ نماز پڑھا کرتی تھیں، جہاں بیٹھتی تھیں، وہ جگہ دیکھ کر بے ساختہ پھوٹ پھوٹ کر رویا، جب بھی وہاں جاتا یہی کیفیت ہوجاتی، تب سمجھ میں آیا کہ نسبت اسے کہتے ہیں، جب شیخ سے محبت بغایت ہوجاتی ہے اور اس کا اتباع کرنے میں تکلف نہیں رہتا تو اس کو نسبت کہتے ہیں، کسی کی نسبت تو یہ ہوتی ہے، غرض اپنے اپنے لگاؤ سے ہوتا ہے، کسی کو نسبت محمدیہ ہوتی ہے کسی کو نسبت الٰہیہ ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا کا لفظ لکھنا

فرمایا جب نجدیوں کی حکومت آئی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مدنی حج کو تشریف لے گئے، میں بھی گیا، اس وقت الطاف الرحمٰن اور مولوی عبدالعزیز صاحب گمتھلوی، سائیں سکندر علی، بھائی محمد علی ساتھ تھے، حضرت کی بذل المجہود کا جو حصہ طبع ہوچکا تھا وہ نجدیوں نے قبضہ میں کرلیا، حضرت خود ابن سعود سے ملے اور کتاب چھڑوا کر لائے، پھر علماء نجد نے اعتراض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ تم لوگ سیدنا کیوں کہتے ہو، اس کا ثبوت کہاں ہے؟ حضرت نے فرمایا حدیث میں آتا نہیں، انا سید ولد آدم ولافخر، انا سید کا لفظ آیا کہ

نہیں؟ لاجواب ہوگئے، حضرت سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے، کوئی اللہ کا بندہ ہو تو ان کی (نجدیوں کی) اصلاح کردے، حالانکہ خود بھی ماشاء اللہ حضرت سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کفر و شرک اور بدعات کے رد میں شمشیر برہنہ تھے، پھر بھی نجدیوں کی سختیاں دیکھ کر یہ فرمایا کرتے تھے۔

دم کرتے وقت دم کرنیوالی کی توجہ ہونا ضروری ہے

غالباً ۳۵ء کا واقعہ ہے کہ جب حضرت اقدس لائل پور تشریف لائے تو مولانا محمد یونس مرحوم مرادآبادی بیمار تھے، مولانا جامع مسجد لائل پور کے خطیب تھے، ان کا پیغام آیا کہ حضرت مجھے دیکھ جائیں، مولانا کے اصرار پر حضرت اقدس تشریف لے گئے، مولانا نے عرض کیا کہ حضرت مجھے دم فرمائیں، حضرت نے دم فرمایا، پھر گلاس میں پانی دیا کہ اس پر دم فرمادیں، پھر فرمایا کہ یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ پانی میں تو سانس لینا منع ہے تو دم کرنا کیسے جائز ہوگا، فرمایا پانی پر دم کرتے وقت دم کرنے والے کی توجہ منظور ہوتا ہے سانس ہی ڈالنا منظور نہیں ہوتا، پانی پیتے وقت سانس کی ممانعت اور چیز ہے، مولانا کی خوب تسلی ہوگئی۔

حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ تعویذ لینے والے کو چاہئے کہ اس وقت تعویذ کی فرمائش کرے، جب تعویذ دینے والے کی پوری توجہ ہو، اس کا فوری اثر انشاءاللہ ہوتا ہے، ورنہ جب تعویذ لکھنے والے کی توجہ اس طرف نہ ہو یا غصے کی حالت میں ہو کچھ اثر نہیں ہوتا یا برعکس ہوجاتا ہے۔

ذکر جب جزو بدن بن جاتا ہے تو پھر محسوس نہیں ہوتا

ایک دفعہ احقر نے عرض کیا کہ شروع میں تو ذکر کرتے وقت خوب گرمی محسوس ہوتی

تھی، اب اتنا ہی ذکر کرتا ہوں لیکن کچھ محسوس نہیں ہوتا، فرمایا شروع میں ذکر جاگزیں نہیں ہوتا تو محسوس ہوتا ہے لیکن جب جزو بدن بن جاتا ہے تو پھر محسوس نہیں ہوتا، صرف احساس کا فرق ہوتا ہے، انوارات میں تو اور ترقی ہوتی ہے لیکن چونکہ جزو بدن بن جاتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا، جب تک کھانا ہضم نہ ہو تو پیٹ میں گرانی محسوس ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جنت میں فضلہ نہیں نکلے گا، سب کا سب جزو بدن بن جائے گا ”الا یتغوطون“ وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔

طالب جنت دراصل طالب مولا ہی ہے

ایک بار کسی نے سوال کیا کہ عبادت کرنا، جنت مانگنا قرآن عزیز میں آتا ہے، لیکن بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ عبادت کرے، اللہ کے لئے نہ کہ اپنے لئے، اس میں تطبیق کیسے ہو؟ فرمایا جنت مانگنا بھی دراصل رضاء خدا ہی کا مانگنا ہے، جنت بھی تو مقام رضائے مولا ہے، اور جنت کی نعمتیں دراصل تجلیات ربانی ہی ہیں، مختلف اشکال میں اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں سکون قلب اور اطمینان صرف اللہ ہی کے نام سے ملتا ہے ”اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ“ (۱) یہی معنی تنزیہی آخرت میں لباس پھلوں اور درختوں کا پہن لیں گے، دنیا میں تو لباس اسماء اور کلمات طیبات کا پہن لیا، حدیث میں آتا ہے: ”سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ“ اس سے جنت میں درخت لگ جاتے ہیں، جتنے چاہو درخت لگالو، بہت احادیث اس مضمون کی وارد ہیں، یہی کلمات وہاں درختوں کی شکل میں نظر آئیں گے، جو طالب جنت ہے، وہ دراصل طالب مولا ہی ہے، شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات

(۱) سورۂ رعد آیت ۲۸

شریفہ میں یہی لکھا ہے، اب الفاظ تو یاد نہیں رہے، حضرت قاضی ثناء اللہ نے تفسیر سورہ یوسف میں یوں ہی لکھا ہے۔

مجانست ہی سے باہمی موانست ہوتی ہے

(۳۸) فرمایا بانس بریلی میں سوا سال یا کچھ عرصہ کے لئے خاں صاحب کے مدرسہ میں ان کے بچوں کا استاد بھی رہا ہوں، مصطفیٰ رضا صاحب اور حامد رضا صاحب دو بھائی تھے، مولانا احمد رضا خاں صاحب اس وقت زندہ تھے، مصطفیٰ رضا نے مجھ سے پڑھا، چونکہ بحث و مباحثہ سے میں کوسوں دور بھاگتا تھا، اس لئے میرے ساتھ کبھی مناظرہ نہیں ہوا، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مرحوم ایک دفعہ حضرت کو سنانے لگے کہ میری چونکہ لڑکی وہاں تھی، اس لئے مجھے وہاں جانا تھا، مولانا حامد رضا خان صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا، مصافحہ تو انہوں نے کرلیا، لیکن تحقیق کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ میں حبیب الرحمٰن لدھیانوی ہوں، تو فرمایا یہ تو کافر سے مصافحہ ہوگیا، میرے رشتہ دار بھی اسی محلّہ میں رہتے تھے اور اسی برادری سے تھے، انہیں سن کر بہت رنج ہوا، دوسرے روز میرا وعظ اسی محلّہ میں رکھ دیا، رات کو میں نے بیان کیا کہ قوموں نے کسی رسول برحق کی تصدیق نہیں کی، یا تو اسے خدا کہا جیسے کہ عیسائیوں نے، یا تکذیب ہی کر گئے: ”مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ، اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ“ (۱) اور ہم نے یوں کہا کہ جو نبی کو بشر کہے وہ کافر ہے، حالانکہ یہ صاف انکار ہے، قرآن عزیز کا، عقائد کی کتابوں میں لکھتے ہیں ”اَللّٰہُ اَرْسَلَ بَشَرًا اِلٰی بَشَرٍ“ خدا نے انسانوں کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا کیونکہ مجانست ہی سے باہمی موانست ہوتی ہے اور افادہ اور استفادہ ہوسکتا ہے، غرض کچھ انداز بیان ایسا القاء ہوا کہ

(۱) سورۂ یٰسین آیت ۱۵۔

وہ سارے لاجواب ہوگئے، اور ہمارے رشتہ دار کہتے تھے کہ مولوی حامد رضا صاحب کہتے تھے کہ بیان تو اچھا کیا، حضرت بھی بہت خوش ہوئے۔

متفق علیہ مسائل اور اصولی باتیں عمدہ پیرائے میں بیان کرنا

ایک دفعہ حضرت اقدس کی تشریف آوری لائل پور ہوئی تو بیٹھتے ہی فرمایا کہ آپ کے مولوی سردار احمد بھی بریلی کو جاتے وقت اسی ڈبہ میں سفر کررہے تھے جس میں ہم تھے ہمارے ساتھ، تو انہوں نے کوئی بات الجھنے کی نہیں کی، اچھے ہی رہے، حالانکہ ہم یہاں کئی بار آئے، ہمیں خوب جانتے بھی تھے، احقر نے عرض کیا میرے تو محلّہ میں رہتے ہیں، ہمارے ساتھ بھی کبھی نہیں الجھتے، میں جو بیان کرتا ہوں کبھی مسئلہ سے باہر نہیں نکلا نہ کبھی کسی کا نام لیکر برا بھلا کہتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میرے مدرسہ میں سینکڑوں ہی لڑکے لڑکیاں ان لوگوں کی پڑھتی ہیں، لوگوں نے میرے متعلق کہا بھی ہے کہ وہ دیوبندی ہے اور سخت قسم کا دیوبندی ہے؛ لیکن کسی کو برا نہیں کہتا، مسائل بیان کرتا ہے، فرمایا ہرگز نہ الجھنا، جو لوگ خواہ مخواہ الجھتے ہیں، اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اگر مقصد تعمیر ہے تو یہی طریق اسلم ہے اور اگر مقصود تخریب ہے تو خیر جس کی جو مرضی ہے کرے، آپ اس میں نہ شامل ہونا، اسی میں بھلائی ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا طریق یہی ہے، مولانا ابراہیم صاحب نے فرمایا یہ تو کسی کو کچھ کہتا بھی نہیں، فرمایا بہت اچھا کرتا ہے، لوگ ماننے والے تو ہیں نہیں پھر تماشہ دکھانے سے کیا فائدہ۔

احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب دیوبند سے رخصت کرتے وقت وصایا فرمایا کرتے تھے کہ کسی سے الجھیو مت، مسائل متفق علیہا بیان کرو اور اصولی باتیں عمدہ

پیرائے میں بیان کرنا، انشاء اللہ مانوسیت ہوگی، پھر جب لوگوں کو مانوس کرلوگے پھر جو کہوگے مان لیں گے، ہاں مرزائیت کے متعلق خوب تاکید فرماتے تھے کہ دین کو نقصان جتنا اس فتنہ سے پہنچا ہے کسی سے نہیں پہنچا۔

سہارا لگا کر کھانا پینا خلاف سنت ہے

حضرت اقدس فرماتے تھے کہ جس روز حضرت شاہ صاحب کا وصال ہوا، ہم سفر میں تھے، دیوبند حضرت کے جنازے پر نہیں پہنچ سکے، سنا ہے کہ صبح سویرے خلاف معمول اور خلاف عادت بچوں کے ساتھ خوب کھیلے، سب خوش تھے کہ آج بفضلہٖ تعالی طبیعت اچھی ہے، بارہ بجے رات تک طبیعت اچھی رہی پھر خراب ہوگئی، پانی طلب فرمایا، خادم نے پانی دیا، فرمایا کہ مجھے اٹھ لینے دو، سہارا لگا کر کھانا پینا خلاف سنت ہے، پانی پی کر لیٹ گئے اور قبلہ رخ ہوگئے اور کچھ پڑھنے لگے، مولوی محفوظ علی صاحب کو اطلاع دی گئی وہ آئے تو حضرت فرمارہے تھے: "حسبنا اللّٰہ" پھر روح پرواز کرگئی: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" (۱) آن کی آن میں خبر سارے ملک میں پھیل گئی، کوئی ایک بجے شب کے قریب انتقال فرمایا، جنازہ پڑھا تو بدن مبارک اس طرح نرم تھا جیسے زندہ کا ہوتا ہے، چہرہ مبارک پر انوارات کی بارش ہورہی تھی، مظاہر العلوم اور شہر سہارنپور سے لوگ ہزارہا کی تعداد میں گئے، حضرت شیخ الحدیث، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ اور تمام مدرسین گئے، نماز جنازہ مولانا سید اصغر حسین صاحب نے پڑھائی، جہاں حضرت کا مزار بنایا گیا ہے، وہاں بعد مغرب اکثر دیکھا گیا ہے کہ مراقب بیٹھے ہیں، اولیاء اللہ کا اکثر یہی حال ہوتا ہے، جب رخصت ہوتے

(۱) سورۂ توبہ آیت ۱۵۶۔

ہیں، توایسی خوشی ہوتی ہے:

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم
راحت جاں طلبم شاداں وفرحاں بردم

بدن میں گرمی کا محسوس ہونا انوارات کی علامت ہے

ڈھڈی ہی کا واقعہ ہے، ایک دن دوپہر کو حضرت آرام فرمارہے تھے، میں پیر دبا رہا تھا، عرض کیا تمام بدن میں ایک گرمی سی محسوس ہورہی ہے، یہ عارضی نہیں بلکہ دائمی ہوگئی ہے، فرمایا کہ اسی کو انوارات کہتے ہیں، اب آپ ذکر محض ربط قائم رکھنے کے لئے جاری رکھیں، صرف پانچ سات تسبیح کرلی اور بس! میں بھی یہی کرتا ہوں، زیادہ جہر کی ضرورت نہیں اور شغل اسی طرح جاری رہنا چاہئے۔

میں سب سے کمترین ہوں

ایک بار رائے پور میں عرض کیا کہ ایسی حالت ہوگئی ہے کہ ہر شخص بہترین نظر آتا ہے اور اپنا آپ خراب، فرمایا یہ تو مطلوب ہے، تصوف کا منتہی یہی ہے کہ اپنا کمینہ بالکل واضح ہوجائے، یہ محض قال ہی تک محدود نہ رہے بلکہ حال بن جائے کہ میں سب سے کمترین ہوں۔

آپ کی قسمت گنگوہ میں ہے

فرمایا ہمارے حضرت پیران کلیر تشریف لے گئے، عرس پر نہیں، ویسے ہی وہاں تشریف لے گئے، فرماتے تھے کہ موسم گلابی سا تھا، سردی کا موسم نکل چکا تھا، اندر سوئیں تو مچھر کاٹتا، باہر سردی لگتی تھی، میں نے باہر صحن ہی میں فرش پر بستر لگالیا، رات

میں خوب بارش ہوئی، مگر میں نے کہا کون اٹھے، رزائی صبح کو خشک کرلیں گے، جب نوافل کے لئے اٹھا تو فرش مسجد بالکل خشک تھا اور رزائی بھی خشک، یہ انوارات کی بارش تھی (روضہ مطرہ پر سلام عرض کرتے ہیں، اس وقت ایسے انوارات کی بارش ہوتی ہے کہ ہر شخص محسوس کرتا ہے جب طواف کعبہ کرتے ہیں تب ایسی انوارات کی بارش ہوتی ہے) پھر آواز آئی عبدالرحیم! میں نے جواب دیا جی ہاں، پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی عبدالرحیم میں نے جواب دیا جی ہاں حاضر ہوں، پھر تیسری بار آواز آئی عبدالرحیم، تو عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے نظر تو آتے نہیں، آپ کون بزرگ ہیں، فرمایا علی احمد ہوں، آپ کی قسمت گنگوہ میں ہے، میں صبح کو رائے پور چلا آیا، پھر حج کے لئے حاضری ہوئی، تو حضرت حاجی صاحب زندہ تھے، فرمایا جب جاؤ گے تو ہمیں مل کر جانا، میں حاضر ہوا کہ آج جانے کا خیال ہے، ایک خط دیا کہ گنگوہ جاؤ گے تو دے دینا، پھر ہم نے گنگوہ جانے کا خیال نہ کیا، پھر ایک روز خیال آیا کہ چلو گنگوہ ہو آئیں، جب گنگوہ پہنچا تو حضرت ظہر کی نماز کا وضو فرمارہے تھے، فرمایا آگئے، میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوگیا، فرمایا کہ حاجی صاحب نے کوئی رقعہ بھی ہمارے نام دیا تھا، بہت شرمندہ ہوا جواب دیا کہ حضرت دیا تو تھا، فرمایا کتنا قیام ہوگا، عرض کیا کہ تین شب، پھر حضرت نے بیعت فرمالیا، پہلے شیخ میاں عبدالرحیم کا وصال ہو چکا تھا، پھر حضرت نے چاروں طریق کی اجازت مرحمت فرمائی، پہلے نقشبندیہ قادریہ کی حضرت میاں صاحب نے اجازت فرمادی تھی۔

میرا رواں رواں ذکر کرتا ہے

ایک بزرگ نے عرض کیا کہ میرا رواں رواں ذاکر ہے اور قرآن کی آوازیں آتی ہیں، کیا یہی ذکر سر ہے، فرمایا نہیں یہ سلطان الاذکار ہے لیکن غیر حقیقی۔

بے جان چیزوں میں اثر آتا ہے

(۴۶) صحبت کی تاثیر کے عمدہ ہونے کے بیان میں یہ اشعار اکثر پڑھتے تھے:

گل خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دل آویزے تو مستم
بگفتا من گل نا چیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرماتے تھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بے جان چیزوں میں اثر آتا ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ مولانا عبدالشکور لکھنوی فرماتے تھے کہ چنبیلی کا تیل اس طرح نکالتے ہیں کہ چنبیلی کے پھولوں کی ایک تہہ بچھا دیتے ہیں، اس کے اوپر تلوں کی ایک تہہ بچھا دیتے ہیں، غرض اسی طرح کئی تہیں بچھا کر مکان کو خوب بند کر دیتے ہیں کہ ذرا ہوا نہ آئے پھر پھولوں کو جب خشک ہو جاتے ہیں، پھینک دیتے ہیں اور تلوں کا تیل نکال لیتے ہیں، اس کو کہتے ہیں چنبیلی کا تیل، چنبیلی میں تو دہنیت ہے ہی نہیں، حضرت اقدس یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

سلطان باہو کے اشعار

علی حیدر کی ’’سی حرفی‘‘ خوب یاد تھی، اور سلطان باہو کے اشعار بھی حفظ تھے، بعض

اشعار پڑھتے ہیں:

لام لین والی میں بھی یوسف دی ہاں توڑے لیکے آئی دو آٹی ہاں میں
گولی ہاں انھاں صاحبان دی توڑی ذات نمانی جٹی ہاں میں
مکھن دہی ہمسائی ہاں میں توڑی چھا نمانی کھٹی ہاں میں
علی حیدر راجا شراب دی ہاں توڑی ذات نمانی مٹی ہاں میں

رائے پور میں سلطان باہو کے اشعار کا پڑھنا

جب پہلی بار رائے پور حاضری ہوئی، بعد مغرب خدمت میں بیٹھا تھا، خوب کھل کر باتیں فرما رہے تھے، تو سلطان باہو کے اشعار بھی پڑھے:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو
الا اللہ دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
بوئی اندر مشک مچایا جان پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیل ایہہ بوٹی لائی ہو

راستے میں کسی سے الجھنا مت

فرمایا حضرت سلطان باہو کو حاجی عبدالرحمٰن صاحب مجذوب نے اجازت دے کر رخصت کیا تو دہلی سے شور کوٹ کو چلے، فرمایا کہ راستے میں کسی سے الجھیو مت، جب حضرت بھٹنڈا آئے تو ایک جوگی راستے پر بیٹھا تھا اور باتوں سے اپنی طرف کھینچتا تھا، پوچھا جوان کدھر جا رہے ہو، حضرت نے فرمایا میں تو شور کوٹ جا رہا ہوں یہ کہا اور آگے چلے، فرمایا کہ دو چار قدم آگے چلا معلوم ہوا کہ ظلمت سینے میں داخل ہو رہی ہے، اور نور ایمان نکل رہا ہے میں نے یوں سمجھا کہ اس جوگی کی شرارت ہے، فوراً پیچھے کی طرف

پلٹا اور اس جوگی کے سامنے آ کر لاٹھی کو گھما کر ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کی بڑے زور کی ضرب لگائی جیسا کہ قادریہ کے ہاں زور سے ضرب لگاتے ہیں، وہ جوگی تڑپ اٹھا اور بھاگ کر بازار میں گیا کہ لوگو! وہاں باہر ایک مسلا آیا ہے، وہ کہتا ہے ’’لا الہ الا اللہ‘‘ سارے بازار میں ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کا ذکر ہونے لگا، حضرت حاجی صاحب کو کشف سے معلوم ہوا کہ راستہ میں الجھ گیا ہے، فوراً پیچھے کو کھینچا پھر اپنے پاس دہلی میں ایک سال رکھا، فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ کسی سے الجھیو مت، الحاصل یہ تاثیر ہے اللہ والوں کی صحبت کی کہ اس جوگی نے شرارت کی اور کلمہ طیبہ کی ایک ہی ضرب سے پلٹ گیا، ان کو سلطان باہو اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ہو کا ورد بہت کمایا تھا، یعنی ’’ہو والا بادشاہ‘‘ قادریہ کے ہاں ہو ہو بھی بہت کیا جاتا ہے۔

آپ کو دارالعلوم کا رکن بنانا ہے

فرمایا حضرت شاہ صاحب کو ہمارے حضرت کے ساتھ بہت لگاؤ تھا، اکثر تشریف لایا کرتے تھے، احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے، ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ دیوبند تشریف لائے، مجھ سے فرمایا یہ سفر تو میں نے محض اس لئے کیا ہے کہ آپ کو دارالعلوم کا رکن بنانا ہے۔

رَسوت کا پھول آنکھ کے مرض کیلئے اکسیر ہے

مسوری پہاڑ پر حضرت اقدس ایک دفعہ تشریف لے گئے، مجھے بھی وہیں بلالیا کہ تو یہیں آ جا، سہارنپور پہنچا تو اور ساتھی بھی مل گئے جو حضرت ہی کی خدمت میں جا رہے تھے، بعد عصر سیر کو تشریف لے جاتے ہم بھی ساتھ ہو جاتے، حضرت فرماتے کہ

رَسوت کے درخت یہاں بکثرت ہیں، اس کا پھول آنکھ کے امراض کے لئے اکسیر ہے، توڑ کر کھالیا کرو، میں وہاں تیرہ یوم حاضر خدمت رہا، روزانہ کھالیتا، الحمدللہ آنکھ کے امراض سے محفوظ رہا، پہلے انجہاری بہت نکلتی تھی دوبارہ نہیں نکلی، ویسے بھی آنکھ میں درد وغیرہ کبھی نہیں ہوا۔

جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں

جمعہ بھی وہاں ہی آ گیا، فرمایا کہ جمعہ کی نماز کے لئے شہر میں مسجد بھی شرط ہے، احقر نے کہا کہ درمختار میں تو لکھا ہے ’’وَتُؤَدّٰی فِیْ مِصْرٍ وَاحِدٍ بِمَوَاضِعَ مُتَعَدِّدَۃٍ‘‘ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد شرط نہیں، فرمایا بس ہم تو یہیں پڑھ لیں گے، اذن عام ہونا چاہئے، سو اگر اذان دیدی جائے اور دروازے کھول دیئے جائیں تو جو کوئی چاہے آ کر شریک صلوۃ ہو سکتا ہے، تو بس کافی ہو جائے گا، احقر نے عرض کیا کہ کافی ہے، پھر فرمایا کہ بس تو ہی جمعہ پڑھا دے، جہاں حضرت کا قیام تھا دو پہاڑیوں کا اتصال تھا، اس لئے اسے ہل جنکشن کہتے تھے، فرمایا بازار سے دودھ نہیں پینا چاہئے کیونکہ یہاں کے ہندو گائے کا پیشاب ڈال کر دودھ لاتے ہیں، جو نجس ہوتا ہے اور یہ اس کو پوتر جانتے ہیں، جس روز چلنا تھا فرمایا کہ تو آج چلا جا، حافظ عبدالقدیر نے اصرار کیا کہ نہیں حضرت یہ کل کو چلا جائے گا، فرمایا کہ اگر یہ بروقت اسکول میں پہنچ گیا تو میں آپ کی کرامت سمجھوں گا، دوسرے دن فجر کے بعد میں اور چودھری عبدالخالق دونوں چلے، ان کو فرمایا کہ اس کی راستے میں خدمت کرتے جائیو، چودھری صاحب نے واقعی بہت ہی خدمت کی، میر گوہر علی وہاں موٹر چلاتے تھے، دہرہ دون میں قیام تھا، وہ ہمیں اسٹیشن سہارن پور پہنچا گئے؛ لیکن باوجود انتہائی کوشش کرنے کے بروقت رائے کوٹ اسکول نہ پہنچ سکا، یہ حضرت کا کشف تھا۔

یہ تو رسالت کا صاف انکار ہے

میں نے ایک ماہ کے قریب قیام کیا، روزانہ سیر کو جاتے، بعد نماز عشاء روزانہ میں دیر سے مسجد سے نکلتا تو حضرت اقدس لیٹ چکے ہوتے تھے اور میاں امام الدین کو دعائیں یاد کرواتے تھے، الحزب الاعظم اور دلائل الخیرات کی تمام دعائیں اور درود شریف حفظ تھے، ایک شب بعد نماز عشا جب میں حاضر ہوا تو یہ دعا کہلا رہے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْلَمْتُ وَجْهِی اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِی اِلَیْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَیْكَ لَامَلْجَأً وَلَامَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جب میں دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے لگا تو میں نے بجائے "وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" کہنے کے "ورسولک" کہہ دیا، فرمایا "لَا وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" فرمایا، سبحان اللہ اتنا اہتمام تھا الفاظ مبارکہ محفوظ کرانے کا، یہ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں یاد کیسے ہوگئیں، فرمایا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ذہن ثاقب اور حافظہ قوی عطا فرمایا تھا کہ سب کچھ محفوظ ہو جاتا تھا، عبداللہ بن عباس نے ایک دفعہ قصیدہ سن کر سارا سنا دیا تھا، حدیث کے انکار سے خود نبی کا اعتراض آتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک، یہ تو صاف انکار ہے رسالت کا۔

خود ہی خطبہ پڑھ کر خود ہی ایجاب وقبول کرادے

ایک دن فجر کی نماز کے بعد فرمانے لگے تو خطبہ پڑھ کر عبدالوحید کا نکاح کر دے، تو ہی ہمارے خاندان کا نکاح خواں ہے، تین روپئے مہر باندھا اور نکاح کر دیا، جب کھانا کھانے لگے تو فرمایا کہ ولیمہ کی نیت سے کھاؤ، جب اس لڑکی کا انتقال ہوا، تو مولوی

عبدالجلیل کی دوسری ہمشیرہ سے نکاح کر دیا، وہی سادگی، فرماتے تھے اگر اس طرح کرلے تو آرام میں رہے، جب میں نے اپنی لڑکی کے نکاح کا ارادہ مولوی عبدالجلیل سے کیا تو فرمایا خود ہی خطبہ پڑھ کر خود ہی ایجاب وقبول کرادے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا، جب اسی روز میں نے حضرت اقدس کی لائل پور سے سرگودھا کو روانگی کے وقت ساتھ ہی لڑکی کو بھی رخصت کر دیا تو فرمایا تو نے تو کمال ہی کر دیا، میرا تو خیال تھا رخصتی بعد میں کرو گے، ہم آج جا رہے ہیں، ساتھ ان کو بھی لیتے جائیں گے، بہت دعائیں دیں۔

بعض بزرگوں کا اپنے بارے میں کوئی تعریفی کلمہ کہنا اس کی حسن تاویل

شطحیات کے متعلق ایک دفعہ ارشاد فرمایا جن بزرگوں کو خوب جانچ پڑتال کر لیا کہ بالکل متبع سنت ہیں اور ظاہراً شریعت کے پابند ہیں، ان سے کوئی کلمہ ایسا نکلے جس سے معلوم ہو کہ اپنا کمال ظاہر کر رہا ہے، جلدی نہ کرنا چاہئے، بلکہ تاویل کرے کہ یا تو یہ تحدیث نعمت کے طور پر فرما رہے ہیں یا غلبہ حال پر محمول کیا جا سکتا ہے، بعض بزرگوں سے ایسے کلام ثابت ہیں، ان کو ہمارے اکابر نے اس طرح تاویل کیا ہے، جلدی نہیں فرمائی۔

یکسوئی میں خلل ڈالنا جائز نہیں

رائے پور میں ظہر کے بعد احقر ذکر کر رہا تھا، مولانا عبداللہ صاحب فاروقی اور دو تین آدمی بیٹھے چائے پی رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے، حضرت اقدس اپنے حجرے مبارکہ سے اٹھ کر میرے حجرے میں تشریف لائے، میں اپنے ذکر میں مشغول

تھا، فرمایا کہ جب ایک آدمی ذکر کر رہا ہو تو پاس باتیں کرنا اور اس کی یکسوئی میں خلل ڈالنا جائز نہیں، یہ فرما کر دروازہ بند کر دیا وہ حضرات باہر تشریف لے گئے۔

خشیت الٰہی میں کمی آ گئی ہے

احقر نے عرض کیا کہ جب ہم شروع میں رائے پور حاضر ہوتے تھے تو ہر شخص اپنے کام میں مصروف نظر آتا تھا اور اب اس کے برعکس ہر شخص ذکر چھوڑ کر دوسروں کو بھی باتوں میں لگاتا ہے، فرمایا پہلے خشیت الٰہی کا غلبہ تھا، اور اب خشیت الٰہی میں کمی آ گئی ہے، پھر بھی غنیمت ہے کہ اتنا تو ابھی باقی ہے۔

بس اپنے کام سے کام رکھ

صوفی عبداللہ صاحب جالندھری مرحوم فرماتے تھے کہ میرے سامنے کسی نے پوچھا شیخ عبدالقادر جیلانی سے سنا ہے کہ کرامات کا بہت صدور ہوا، فرمایا یہ تو علمی مسئلہ ہے کہ کیوں شیخ سے کرامات کا صدور کثرت سے ہوا؟ تیرے لئے تو میں ہی شیخ عبدالقادر ہوں، بس اپنے کام سے کام رکھ، تحقیق نہ کرتا پھرے، بزرگوں کی باتیں اونچی ہوتی ہیں، ہمیں تو اگر خدائے تعالیٰ بخش دے تو سب کچھ آ گیا۔

استعداد جتنی ہوگی ترقی اتنی ہی ہوگی

اگر کسی ایسے شخص سے سنا جو اس کے نزدیک یقین کے قابل ہے کہ آگ گرم ہوتی ہے تو یہ علم الیقین ہے، پھر دور سے آگ کو دیکھ بھی لیا تو یہ عین الیقین ہے اور پھر بالخصوص جب کہ آگ کی گرمی بھی محسوس ہوئی پھر اس میں انگلی رکھ دی، یہ حق الیقین ہے، پھر بازو تمام کا تمام آگ میں داخل کر دیا، پھر آگ میں کود گیا پھر آگ ہی

ہو گیا یہ یقین کی ترقی ہوئی، جتنی جس کی استعداد ہے اتنی ہی ترقی کرتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا کہ قوم گمراہ ہوگئی تو کچھ نہ ہوا، حالانکہ فرمان خداوندی سنا تھا یقین بھی ہو گیا تھا، لیکن تورات کی الواح نہ پھینکیں، پھر جب آنکھوں سے دیکھ لیا تو الواح بھی پھینک دیں "لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ" مشاہدہ ہوا تو اور غصہ بڑھ گیا اور بھائی کی داڑھی پکڑ لی۔

یقین کہتے ہیں اعتقاد جازم مطابق للواقع کو، اگر صرف یہی مرتبہ ہے تو علم الیقین ہے، اگر اس کے ساتھ غلبہ حال بھی ہے لیکن اس غلبہ حال میں مدرک کو غیر مدرک سے غیبت نہ ہو تو عین الیقین ہے، اگر ایسا غلبہ ہے کہ غیر مدرک سے غلبہ بھی ہے تو حق الیقین ہے۔

شریعت و طریقت اور عارف و محقق کی تعریف

شریعت نام ہے مجموعہ احکام تکلیفیہ کا، اس میں اعمال ظاہری اور باطنی سب آ گئے، متقدمین اصطلاح میں فقہ کو اس کا مترادف سمجھتے تھے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ سے فقہ کی تعریف یوں منقول ہے "مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَالَهَا وَمَاعَلَيْهَا" پھر متأخرین کے نزدیک شریعت کا جو جزو اعمال ظاہرہ سے تعلق رکھتا ہے اس کو فقہ کہنے لگے اور جس جزو کا تعلق اعمال باطنہ سے ہے، تصوف کہنے لگے، ان اعمال باطن کے طرق کو طریقت کہنے لگے، پھر ان اعمال باطن سے جو جلا اور صفائی باطن میں پیدا ہو، اس سے جو حقائق کونیہ اعیان اعراض یا حقائق الٰہیہ، صفات فعلیہ بالخصوص معاملات "فِيمَا بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ الْعَبْدِ" ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں، اس صاحب انکشاف کو عارف اور محقق کہتے ہیں، لہٰذا یہ سب امور شریعت ہی سے متعلق ہیں، یہ جو

عوام میں مشہور ہوگیا کہ شریعت صرف ان ہی امور کو کہتے ہیں جو متعلق باحکام ظاہرہ ہیں، یہ اصطلاح کسی عالم دین سے منقول نہیں ہے اور عوام اس سے مغالطہ میں پڑجاتے ہیں اور وہ اعتقاد کرتے ہیں کہ تنافی بین الظاہر والباطن ہے، حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں:

شریعت را مقدم دار اکنون
طریقت از شریعت نیست بیرون

(جب تو نے سلوک میں قدم رکھا ہے، تو ہر امر میں شریعت کو مقدم رکھنا چاہئے، طریقت کوئی الگ چیز ہرگز نہیں ہے) احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ معاملہ "فیما بین اللّٰہ و بین العبد" کو دیانت کہتے ہیں، جو صاحب دیانت ہے وہ متدین کہلاتا ہے، باقاعدگی سے جب بندہ ذاکر ہوجاتا ہے تو باری تعالیٰ اپنا تعارف کراتے ہیں مثلاً رقت کا پیدا ہونا، خواب اچھے آنا، آخرت کا فکر لگ جانا وغیرہ، فرمایا کہ مآل (انجام) سب کا ایک ہی ہے، حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کو "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" سے شروع فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ جو بات پیغمبر برحق فرمائیں گے، اس میں اخلاص ہی اخلاص ہے، لہٰذا امت کو بھی پہلے نیت صاف کرلینا چاہئے کہ ظاہر اور باطن ایک ہوجائے متحد، اور متفق ہوجائے، بہت خوش ہوئے۔

انبیاء علیہم السلام کیلئے پہلے عروج ہوتا ہے پھر نزول

ایک دفعہ لائل پور مسجد انوری سنت پورہ میں علماء صلحاء کا مجمع تھا، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی آئے ہوئے تھے اور مولانا ابراہیم میاں چنوں والوں سے "وَاتَّبَعُوا

النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ" (۱) کے متعلق یہ سوال کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام آسمان سے تو اترے نہیں تھے، آسمان سے کتابوں کے نزول کا ذکر تو آتا ہے، پھر اس آیت میں "اور اتباع کیا انہوں نے اس نور کا جو آپ کے ساتھ اترا" اور "کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ" (۲) میں "انزل معھم الکتاب" اور ان کے ساتھ کتاب اتاری، سے معلوم ہوا کہ انبیاء کہیں اونچے مقام سے آتے ہیں، کتاب تو لوح محفوظ ہی سے انبیاء پر اتاری گئی، اس شبہ کو حل فرمائیے، مولانا محمد ابراہیم صاحب تو شاہ صاحب کے اس سوال کو حل نہ کرسکے، پھر حضرت اقدس نے تقریر فرمائی، اس وقت جو لطف اہل علم لے رہے تھے وہ بھولے گا نہیں، فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں پہلے عروج ہوتا ہے، پھر نزول ہوتا ہے، جب نزول ہوتا ہے تو ان کو خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے بھیجا جاتا ہے، جب یہ شان ہوتی ہے تو انبیاء علیہم السلام مخلوق کے ساتھ ربط پیدا فرماتے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول نہایت کامل اکمل تھا، اسی لئے بے شمار خلق اللہ کو ہدایت بھی ہوئی "وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" (۳) اور آخرت میں "اِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ" فرمایا ہے، چنانچہ صحابہ سے رشتہ داریاں اسی سلسلہ کی کڑی ہیں، حضرت علی سے حضرت فاطمہ کا نکاح کردینا اور ذی النورین سے دو صاحبزادیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے فرمادینا، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کی صاحبزادیوں سے نکاح فرمالینا، اس سے یہی مطلب ہے کہ باہمی بے تکلفی ہوجائے، اور مناسبت سے بھی زیادہ ہی فیضان ہوتا ہے، اور

(۱) سورۂ اعراف آیت ۱۵۷۔
(۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۱۲۔
(۳) سورۂ نصر آیت ۲۔

عبداللہ بن مسعود سے چونکہ علم قرآن وحدیث بہت ملتا تھا تو حدیث میں آتا ہے کہ ہم لوگ ان کو اہل بیت میں سے گنتے تھے، ان کا نا جانا بے تکلف تھا، اور خود فرمایا جو قرآن سیکھنا چاہے تو عبداللہ بن مسعود ہی سے سیکھے، اور حضرت بلال کو مہمانوں کا انتظام سپرد فرمانا اور "اَنفِقُ اَنفِقُ یَا بِلَالُ وَلَاتَخُشَ عَنُ ذِیُ الُعَرُشِ اَقُلَالًا" بے تکلف فرمانا، اور ازواج مطہرات سے مختلف عمروں میں نکاح فرمالینا کہ امت کو پورا کامل دین پہنچنے کا بندوبست ہوجائے، اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ سے نصف علم دین امت کو پہنچا کہ خلفائے راشدین بھی ان سے مشورہ کرتے تھے اور مسائل کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے اور حضرت اسامہؓ سے بغایت شفقت فرمانا کہ غلام کا بیٹا ہوکر اس کے دل میں نہ رہے کہ میں ہی کم درجہ کا آدمی ہوں، اسی احساس کمتری کو دور فرمایا اور ان کو سپہ سالار بنایا، حضرت بلالؓ کو مؤذن بنایا، حضرت انسؓ سے بے تکلفی فرمانا اور ان کے لئے دعائیں کرنا، عروج اصطلاح صوفیہ میں "هُوَالِانُخِلَاعُ عَنُ صِفَاتِ الُبَشَرِیَّةِ وَالتَّلُبِیُسِ بِالصِّفَاتِ الُمَلَکِیَّةِ" اس کو سیر فی اللہ والی اللہ بھی کہتے ہیں، اور مقام نزول انخلاع تمام کے بعد صفات بشریہ کا لباس پہن لینا، اس کو مقام تکمیل اور دعوت خلق الی اللہ اور سیر من اللہ کہتے ہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ اسی لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے کرامات کا صدور کثرت سے ہوا کیونکہ نزول دیر سے ہوا، تو فرمایا کہ اچھا حضرت شاہ صاحب نے یہ فرمایا تھا، یہ بات تو میرے جی کو بھی لگتی ہے، اس سے بہت سے اشکال دور ہوجاتے ہیں، احقر کے خیال میں (واللہ اعلم) یہ فرمایا جارہا ہے کہ بوقت نزول جو آپ پر وحی نازل ہوئی جس کو قرآن پاک نور سے تعبیر کرتا ہے ،اس کا ان لوگوں نے اتباع کرلیا، تو واقعی ان کے لئے درجات ہیں، سو وہ صحابہ کرام ہی

ہیں، اس واسطے ان کے اتباع کا قرآن حدیث میں حکم فرمایا گیا، غرض ایسی تحقیق کسی کتاب میں تو دیکھی نہیں، یہ علوم وہبی ہی ہیں، جن کے کبھی کبھی ہمارے حضرت اقدس سرہ اظہار پر مجبور ہوجاتے تھے۔

حصہ سوم

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

جامع حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی صاحب

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

ہر جگہ اسلام کی آواز پہنچ چکی ہے

حضرت نے فرمایا کہ آج کل تو روئے زمین پر غالباً کوئی خطہ باقی نہیں رہا جہاں اسلام کی آواز نہ پہنچی ہو، لوگوں کا توجہ نہ کرنا الگ بات ہے، ورنہ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ تمام عالم پر اسلام کا نام پہنچ چکا ہے، دیہات اور بادیہ کے لوگ شہریوں اور تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں سے ملاقاتوں کے ذریعہ اسلام کے نام سے واقف ہو سکتے ہیں، جن ملکوں میں اسلام نہیں پہنچا اس کی وجہ تبلیغ کی کمی ہے، یا پھر ہمارے پاس اتنی قوت ہو کہ ہم ان ملکوں کو فتح کر کے اسلام وہاں پہنچائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب دوسرے ملکوں میں جاتے تھے، ترجمان ان کے ساتھ ہوتے تھے، اور ان کو اسلام کی تعلیم سے واقف کرتے تھے، لیکن ہم کو یہ طاقت تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ ہمارے پاس اس قسم کا اسلحہ ہو جو آج کی لڑائیوں میں استعمال ہوتا ہے، جن سے دین و دنیا کی ترقی ہو سکے۔

دین کا کام خاموشی سے ہوتا ہے

حضرت نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ کے اولیاء اللہ اور صوفیائے

کرام حکومت سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور اہل حکومت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے، علماء اور صوفیا کو اب بھی باہمی مشورہ سے دین کا کام کرنا چاہئے لیکن حکومت سے الگ ہو کر الیکشن وغیرہ میں کبھی دخل نہ دینا چاہئے، جو آدمی الیکشن کے چکر میں پڑا وہ ضائع ہوا، اس سے کوئی کام دین کا نہیں ہوسکتا، کوئی کام دین کا کرنا ہو تو خاموشی سے اور حکومت سے الگ ہو کر کریں۔

حضرت سے پوچھا گیا کہ بعض اوقات ذکر، شدومد سے نہیں ہو پاتا، ذوق میں ویسے ہی جلدی جلدی پڑھ لیا جاتا ہے، فرمایا جس طرح ہو سکے پورا کر لیا جائے، البتہ کچھ کچھ شدومد کا خیال رکھا جائے اور آدمی ذکر کرتا رہے، آخر اللہ تعالیٰ فضل فرما ہی دیتے ہیں۔

بندے کا کام بندگی کرنا ہے

حضرت نے فرمایا ایک بزرگ اللہ اللہ کیا کرتے تھے، ادھر سے الہام ہوتا ”تمہارا ذکر مقبول نہیں“ لیکن وہ پھر بھی بدستور کرتے رہتے اور چھوڑا نہیں، ان کے ایک مرید کو بھی ان کے بارے میں ایسا ہی الہام ہوا کہ تمہارے شیخ کا ذکر قبول نہیں ہے، اس مرید نے عرض کیا کہ حضرت جب منظور نہیں ہے تو کیوں محنت کرتے ہو، چھوڑ دیجئے، شیخ نے فرمایا قبول کرنا نہ کرنا ان کا کام ہے، جیسا چاہیں کریں، بندہ کا کام تو بندگی کرنا ہے، اس کو اپنا کام کرنا چاہئے، اس فکر میں نہ پڑے کہ قبول کرتے ہیں یا نہیں، ان کے کام میں بندہ کو دخل نہیں دینا چاہئے، الغرض کچھ عرصہ کے بعد الہام ہوا کہ ”سب قبول ہے“ تو اصل یہ ہے کہ عبادت میں سرور حاصل ہو یا نہ ہو، کچھ دیکھے یا نہ دیکھے، بہرحال اپنا کام کرتے رہنا چاہئے۔

فرمایا یہاں تک ذکر کرے کہ روح ذاکر ہو جائے، پوچھا گیا روح ذاکر ہونے کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا یہ کہ دھیان ہر وقت اسی کی طرف لگا رہے، خواہ دنیا کا کام کر رہا ہو، تجارت کرتا ہو، کھیتی باڑی کرتا ہو، مگر خیال ہر وقت اسی طرف رہے، جیسا کہ کسی کو سر میں درد ہو یا پیٹ میں درد ہو تو اگرچہ وہ باتیں بھی کرتا رہتا ہے لیکن خیال درد کی طرف رہتا ہے۔

جب تک ذکر پورا نہ کرلے سکون نہ ہو

استقامت کے معنی بیان کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اس قدر پختگی حاصل ہو جائے کہ جب تک ذکر پورا نہ کرلے سکون نہ ہو، بے چینی اور بے قراری سی رہے اور جب ذکر پورا کرلے تو سکون اور اطمینان حاصل ہو جائے، طبیعت میں فرحت اور سرور محسوس ہو، فرمایا جب اس درجہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا تمام وجود ہی تبلیغ بن جاتا ہے اور اس سے پہلے جو کچھ کرتا ہے وہ مجاہدہ ہوتا ہے، فرمایا یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے جو کام اس سے لینا ہوتا ہے اس کی طرف اس کو متوجہ کر دیتے ہیں، تبلیغ، تدریس یا تصنیف جس کام کی طرف اس کی طبیعت کا رجحان ہوتا ہے وہی خدمت اللہ تعالیٰ اس سے لے لیتے ہیں، بعض اوقات الہام کے ذریعہ حکم دیا جاتا ہے، بعض اوقات شیخ حکم دیتا ہے اور کبھی خود بخود طبیعت متوجہ ہو جاتی ہے۔

جو حالت مناسب ہو وہی کرنی چاہئے

حضرت نے فرمایا اگر قوت ہو تب تو ذکر بالجہر کرنا چاہئے، اثر جلدی ہوتا ہے؛ لیکن اگر طبیعت کمزور ہو تو ہرگز زیادہ بلند آواز سے نہ کرے ورنہ طبیعت مختل ہو جائے

گی اور دماغ خراب ہو جائے گا۔

فرمایا طبائع مختلف ہوتی ہیں، بعض طبائع کے مناسب سیر اجمالی ہوتا ہے، ان کو اجمالی کرایا جاتا ہے، بعض کے لیے تفصیلی، ان سے سیر تفصیلی کرایا جاتا ہے، لیکن مرید کو چاہئے کہ ان چیزوں میں نہ پڑے اور خود اپنے لیے کوئی حالت تجویز نہ کرے، سیدھا اللہ اللہ کرتا رہے، اللہ تعالیٰ جس کے لیے جو حالت اختیار فرمائیں، وہی اس کے لیے بہتر ہے تم کسی حالت کو طلب نہ کرو۔

توکل اور قبض کیا ہے

توکل اور تسلیم کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، توکل کا معنی ہے ''بھروسہ کرنا''، یعنی ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہونا اور یہ سمجھنا کہ جو کچھ ہوگا، اسی کے حکم سے ہوگا اور جب یہ توکل کمال کو پہنچ جاتا ہے، تو اس کو تسلیم کہتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ سب کو قبض پیش آتا ہے پھر بسط ہو جاتا ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوتا تھا کہ غار حرا میں کبھی کبھی یہ خیال فرماتے تھے کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرادیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر تسلی دیا کرتے تھے اور یہ آیت ''مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى''(۱) قبض ہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی، اسی طرح صحابہ کرام کو پیش آیا کرتا تھا، چنانچہ ''وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ''(۲) یہ صحابہ کے قبض کے متعلق نازل ہوئی۔

---

(۱) سورۂ ضحیٰ آیت ۳۔

(۲) سورۂ احزاب آیت ۱۰۔

شیخ کی توجہ مبذول کرانے میں مرید کا دخل

بعض علماء مدرسین کے اس سوال پر کہ شیخ کی توجہ تمام مریدین کی طرف یکساں ہوتی ہے یا بعض خوش نصیب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن پر شیخ کی توجہات مخصوص ہوتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ تو مدرسین ہو خود جانتے ہو کہ استاذ کا تعلق تلامذہ سے یکساں ہوتا ہے کہ نہیں، بعض لڑکے محنتی اور ذہین ہوتے ہیں، بعض استاذ سے زیادہ محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور بعض غبی اور محنت نہ کرنے والے اور استاذ سے کوئی انس نہیں رکھتے، تو کیا ان سب کے ساتھ استاذ کا تعلق یکساں ہوتا ہے؟۔

اسی طرح جو مرید شیخ سے زیادہ محبت اور تعلق رکھتا ہے، اس سے شیخ کو زیادہ محبت ہوتی ہے اور محبت ہی کا نام توجہ ہے، عرض کیا گیا کہ پھر تو شیخ کی توجہ مبذول کرانے میں مرید اور طالب کو دخل ہوا۔

محبت صحبت سے بڑھتی ہے

حضرت نے فرمایا ہاں مرید ہی کی کوشش سے تو سب کچھ ہوتا ہے، شیخ کی کوشش سے خود کچھ نہیں ہوتا، حضرت سے پوچھا گیا کہ شیخ سے محبت بڑھانے کا کیا طریقہ ہے؟ تو ہنس کر فرمایا! محبت بڑھانے کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے، البتہ اس کا سبب صحبت ہے جس قدر صحبت زیادہ ہوگی، اسی قدر محبت بڑھے گی۔

مسلمان جاگنے کا نام ہی نہیں لیتے

فرمایا کہ مسلمان اپنی خود غرضیوں میں مبتلا ہو کر کچھ ایسے سوئے ہوئے ہیں کہ

جاگنے کا نام ہی نہیں لیتے ،جس وقت یورپ جاگ رہا تھا، ترک مسلمان گہری نیند سو رہے تھے، چنانچہ یورپ والوں نے ہر قسم کا سامان جنگ تیار کیا، ایٹم بم، مشین گنیں تیار کیں ؛لیکن مسلمان اب تک خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، جب تک سامان پاس نہ ہو،لڑائی کس طرح لڑی جاسکتی ہے، اب تو اگر مسلمانوں کی ساری سلطنتیں بھی متحد ہوجائیں تو بھی جنگ کے لیے ایک دن کا خرچ دینے کی بھی طاقت نہیں رکھتے ، یہ کیسے کسی سے لڑ سکتے ہیں، انگریز جس کے پاس بڑی سلطنت تھی کہ اس کے ملک میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا ، یہ بھی جنگ کا خرچ برداشت نہیں کرسکا، چنانچہ جنگ عالم گیر دوم کے دوران اپنے ملک کے بیشتر حصے قرض میں دے دیئے، لڑائیاں لڑنا آسان کام نہیں ہے۔

قرآن کا ادب یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف پر عمل کرنے سے برکت ہوتی ہے، جس قوم پر اللہ تبارک وتعالی اپنی رحمت کاملہ سے فضل فرمانا چاہتے ہیں، اس کے پاس اپنے کسی بندے کو بھیج دیتے ہیں اور اس کو کتاب عطا فرما دیتے ہیں، تاکہ اس پر عمل کریں، اس میں محض نصیحت ہوتی ہے اور دین و دنیا کی کامیابی اور قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے اصول بتائے گئے ہوتے ہیں، اس کا ادب یہی ہوتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح حق سبحانہ وتعالی نے اس قوم کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی ، جس قوم کی خوش بختی اور خوش نصیبی ہوتی ہے، وہ اس پر عمل کرتی ہے اور فائز المرام ہوتی ہے اور جس قوم کی بدنصیبی ہوتی، وہ

محض اس کو تبرک سمجھتی ہے، لوگ اسے چومتے چاٹتے ہیں، غلاف چڑھاتے ہیں اور محض برکت کے لیے گھر میں رکھتے ہیں، لیکن عمل اسکے خلاف کرتے ہیں تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

جس قدر ہو سکے عمل کرتے رہو

حضرت سے پوچھا گیا کہ عمل کا مدار اخلاص پر ہے؛ لیکن اخلاص کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا: اتنا باریک چلا جائے تو شاید کوئی بے چارہ عمل بھی نہ کرسکے، جس قدر ہوسکے عمل کرتے رہو، اللہ تعالی فضل فرمائیں گے اور قبول فرمائیں گے اور اخلاص بھی نصیب فرمائیں گے، فرمایا کہ سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خلفاء اربعہ کے، باقی صحابہ میں عمل زیادہ تھا، اخلاص (بہ نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاص کے) اس قدر نہیں تھا جتنا کہ عمل تھا، حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی خلافت کے بعد صحبت کی کمی کی وجہ سے اختلافات اور نزاعات بہت بڑھ گئے، کچھ نئے مسلمان جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی اٹھے اور فسادات برپا کیے حتی کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا، حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بھی جنگ وجدل اور فسادات ہوتے رہے اور بعد میں تو بالکل ملوکیت کی طرز پر سلطنت قائم ہوئی۔

صحبت اور ذکر سے اخلاص پیدا ہوتا ہے

حضرت سے پوچھا گیا کہ کیا اخلاص مخلصین کی صحبت سے نصیب ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں! صحبت اور ذکر سے، ہر چیز اور ہر فن میں یہی قاعدہ ہے کہ اس فن کے جاننے والوں کی صحبت سے وہ فن حاصل ہوتا ہے۔

نیز پوچھا گیا کہ کیا ”کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ“ کا بھی یہی مطلب ہے کہ صدق حاصل کرنے کیلئے صادقین کے پاس بیٹھے اور یہ کہ معیت سے صحبت مراد ہے یا نصرت؟ فرمایا ”کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ“ کا بھی یہی مطلب ہے اور معیت کے معنی دونوں طرح صحیح ہو سکتے ہیں، پوچھا گیا کہ اخلاص کے حصول کے لیے صحبت کی کوئی مدت مقرر ہے کہ اس کے بعد اخلاص حاصل ہو جاتا ہے، فرمایا نہیں ہرگز نہیں، ہر شخص کی استعداد مختلف ہوتی ہے، کسی کو تھوڑی مدت کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے، کسی کو زیادہ مدت کی صحبت سے“۔

عرض کیا گیا کہ اس کا فیصلہ تو شیخ ہی کر سکتا ہوگا کہ اب فلاں مرید کو اخلاص نصیب ہو گیا یا مرید خود بھی معلوم کر سکتا ہے؟ فرمایا شیخ ہی بتا سکتا ہے مرید خود تو بسا اوقات غلطی کر جاتا ہے۔

اصل مقصود اپنے نفس کی اصلاح ہے

حضرت سے پوچھا گیا کہ کیا انفرادی اصلاح کا اصل مقصد اجتماعیت کو فائدہ پہنچانا ہے؟ کیونکہ ایک معاصر شیخ یہی فرمایا کرتے ہیں کہ انفرادیت سے اجتماعیت کو فائدہ پہنچاؤ کیونکہ اصل مقصد یہی ہے۔

فرمایا کہ میرے خیال میں تو اصل مقصود ہر شخص کی اپنے نفس کی اصلاح ہے، فرائض وواجبات اور عبادات ادا کرتا رہے اور اللہ اللہ کرتا رہے، اگر اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے تو خود ہی اس کی طبیعت کو اس طرف متوجہ کر دیتے ہیں یا بطریق الہام یا بحکم شیخ اس کے سپرد کوئی کام کر دیا جاتا ہے، اس وقت اس کے لیے

بہتر یہی ہوتا ہے کہ جو کام اس کے ذمہ لگایا گیا ہے اس کو انجام دے اور جب تک یہ صورت نہ ہو، اس وقت تک انفرادی طور پر اللہ اللہ کرتے رہنا اور عبادت کرتے رہنا ہی اس کے لیے بہتر ہے، اور اسی سے انشاء اللہ اس کی نجات ہو جائے گی، فرمایا دیکھو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ ازکی نفس ہیں، مگر آپ کو بھی جب تک مامور من اللہ نہیں کیا گیا، آپ غار حرا میں تشریف لے جا کر انفرادی طور پر اللہ کی عبادت کرتے رہتے تھے (حالانکہ قوم کی بے اعتدالیاں، بت پرستی، ظلم اور تعدی سب دیکھتے رہتے تھے) مگر کسی سے تعرض نہیں کیا اور غار میں اکیلے جا کر خدا کی یاد میں لگے رہتے تھے، لیکن جب فرشتہ نازل ہوا اور فرمایا گیا ”بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ“ تو آپ غار کو چھوڑ کر، کمر باندھ کر، کھڑے ہو گئے اور اس فرض کو پورا فرمایا۔

بہر حال دیگر حضرات کا جو بھی خیال ہو، میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا، میرا تو یہی خیال ہے کہ پہلے انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور اپنی ہی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کو اگر اس سے کوئی کام لینا منظور ہوگا تو خود ہی اس کو اس کام کی طرف متوجہ کر دیں گے، پھر اس کے لیے وہی بہتر ہوگا اور فرمایا کہ تبلیغ میں بھی اپنی ہی اصلاح مقصود ہونا چاہئے۔

شیخ کی صحبت اور ذکر الٰہی دونوں ضروری ہیں

حضرت سے پوچھا گیا کہ صحبت زیادہ مفید ہے یا ذکر، فرمایا دونوں ضروری ہیں، شیخ کی مجلس کے وقت صحبت کو ضائع نہ کرے، اس وقت ضرور صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہئے، لیکن مجلس سے فارغ ہونے کے بعد ذکر کو اپنی معینہ تعداد کے مطابق پورا

کرلینا چاہئے۔

فرمایا مٹی جمادات میں سے ہے، پھر دوسرے عناصر کی ترکیب سے نمو پیدا ہوتا ہے، یہ نباتات کی صفت ہے، پھر روح ملتی ہے، اس سے حیوانیت کا درجہ آتا ہے، انسان حیوان ہونے میں مشترک ہے، لہٰذا حیوانی صفات کا اس میں ہونا ضروری ہے، اس سے حیوانیت کا درجہ آتا ہے، لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بھی دی ہے جو کہ حیوانات میں نہیں ہے، اس سے انسان، صفات حمیدہ اور رذیلہ میں امتیاز کرتا ہے، پھر انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے اور شرائع دی گئیں، ان شرائع کی تعلیم کے مطابق عقل کے ذریعہ عمل کرے تو واصل ہے ورنہ نہیں۔

فرمایا انبیاء علیہم السلام انسان کی حیوانی صفات کو مٹانے اور فنا کرنے کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ ان کے استعمال کی حدود بتاتے ہیں کہ فلاں صفت کو یوں استعمال کیا جائے اور فلاں کو یوں، مثلاً قوت غضب، قوت شہوت وغیرہ، ان کو بالکلیہ ختم کرنا مقصود نہیں، بلکہ ان کو خلاف شریعت اسلام استعمال کرنا غلط ہے، شرائع اور انبیاء علیہم السلام ان کا موقع استعمال بتاتے ہیں۔

اخلاص اور احسان کی وضاحت

حضرت نے اخلاص اور احسان کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا: ''احسان تو یہ ہے کہ ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' یعنی عبادت اس طرح کی جائے جیسا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں، جب آدمی کسی کام کو اس حالت میں کرے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے، تو نہایت اچھی طرح کرتا ہے اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ خیال تو ضرور کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے، اور فرمایا یہ حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ حضرت جبرئیل

علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ''مَاالْاِحْسَانُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟''۔

آپ نے فرمایا: ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ''۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تصور نہ ہو سکے کہ اسے دیکھ رہے ہو تو پھر یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اور فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر خالص اللہ کے ہو جاؤ، حدیث میں آتا ہے کہ مال حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت کی خاطر ہجرت کی جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت ہونی چاہئے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے، جس طرح بھی ہو سکے، آخر اللہ تعالیٰ فضل فرمادیں گے۔

اسلام کی تعلیم میں انسان کی ترقی اور فلاح ہے

فرمایا ہم جب اپنی بستی میں تھے تو صرف ایک ہی مذہب جانتے تھے، لیکن جب ہم تحصیل علم کے لیے دہلی پہنچے تو دیکھا کہ کئی مذاہب ہیں، پہلے ہم ایک فریق کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ سب شرک ہے اور تم سب مشرک ہو، ہم نے کہا او ہو، یہ تو بڑی مشکل ہوئی، پھر ہم کافر ہیں، ہم نے کہا یہ بھی مشکل ہوئی، ابھی تک ہم کافر ہی ہیں، آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ہمیں اپنے حضرات (حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری و دیگر اکابرین دیوبند) کے پاس پہنچا دیا، ان کے یہاں دین کی حقیقت معلوم ہوئی، ہم نے تو سمجھا تھا کہ جنت کوئی آسان چیز ہے؛ لیکن علماء کرام نے تو بہت مشکل بنا رکھی ہے، پھر فرمایا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیم میں روشنی اور نور ہے اور اس میں انسان کی ترقی اور فلاح ہے۔

مفت پڑھانے میں فیض زیادہ ہوتا ہے

حضرت نے فرمایا کہ جب ہندوستان میں انگریز آئے تو اس وقت ہم نے علماء کا طرز عمل دیکھا کہ محض فی سبیل اللہ پڑھایا کرتے تھے، ایک ایک عالم کے پاس پچاس پچاس طلبہ پڑھا کرتے تھے، مسجدوں میں درس ہوتے تھے اور قطعاً تنخواہ کا نام نہیں جانتے تھے، مفت پڑھاتے تھے، اس کا طلبہ پر بھی اثر ہوتا تھا، اساتذہ کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے علم سے لوگوں کو فیض بھی پہنچتا تھا۔

صحبت کا اثر جلدی پڑتا ہے

حضرت نے فرمایا لکھنؤ میں ایک لڑکا تھا، اس کو بچپن میں بھیڑیا اٹھا کرلے گیا تھا اور وہیں پلا بڑھا، ایک دفعہ کچھ لوگ شکار کو گئے، وہاں اس کو دیکھا کہ چوپاؤں کی طرح چلتا ہے، ہاتھ زمین پر رکھ کر دوڑتا ہے، کچا گوشت کھاتا ہے، اس کو پکڑ کر لائے تو بھی کچا گوشت کھاتا تھا، چونکہ وہیں بڑا ہوا تھا، اچھی طرح بول نہیں سکتا تھا، کچھ بڑبڑ کرتا تھا، لکھنؤ کے قیام کے دوران میرے پاس کھانا وہی لایا تھا، ہم نے بات کی، صاف نہیں بول سکتا تھا، یہ صحبت کا اثر ہے۔

اسلام کی اشاعت میں ہم رکاوٹ بنے ہیں

حضرت نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ موتی لال نہرو (جواہر لال نہرو کے باپ) اور اس کا تمام خاندان مسلمان ہونے لگا تھا، ایک مزار پر آئے، وہاں قبر پرستی دیکھی تو کہنے لگے کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے، ہم بت پوجتے ہیں، یہ قبر پوجتے ہیں،

چنانچہ مسلمان نہ ہوئے، گویا مسلمان اپنی بدعملی کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

ایسے ہی گڑھ شنکر ضلع جالندھر میں ایک دفعہ چار پانچ سو چمار مسلمان ہوئے، ایک مسلمان راجپوت صاحب لٹھ ٹیکتے ہوئے تشریف لائے اور انہیں کہنے لگے، تم مسلمان ہوکر ہمارے بھائی بننے لگے؟ میں لٹھ مار کر تمہارا سر پھوڑ دوں گا، انہوں نے عرض کیا، اچھا خاں صاحب، ہم مسلمان نہیں ہوتے، اس پر حضرت نے بطور افسوس کے فرمایا کہ یہ تو ہمارے مسلمانوں کا حال ہے۔

سزا بھی محدود ہونی چاہئے

ایک شخص کے اس سوال پر کہ بندہ محدود عمر میں گناہ کرتا ہے، لیکن اس کی سزا غیر محدود کیوں ہے، فرمایا دنیا میں بھی یہ قانون جاری ہے، بتاؤ قتل کی سزا عمر قید یا پھانسی کیوں ہے؟ وہ گناہ تو زیادہ سے زیادہ دو چار منٹ کا ہوتا ہے، کیونکہ تلوار سے قتل کرے، یا بندوق سے، یا دھاری دار چیز سے، بہرصورت ایک دو منٹ سے زیادہ دیر نہیں لگتی، مگر حکومت اس کو عمر قید کی سزا دیتی ہے، یا پھانسی کا حکم دیتی ہے اور اس کو ہمیشہ کے لیے دنیا سے باہر کردیتی ہے، اگر وہ یہ کہے کہ صرف دو تین منٹ کا گناہ ہے اس کی سزا اتنی کیوں ہے تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے، قطعاً نہیں۔

واقدی کے سلسلہ میں حضرت کی رائے

ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا واقدی کی روایات کو محدثین معتبر نہیں سمجھتے؟ فرمایا اگر اس زمانے میں ہوتے تو سب سے زیادہ ثقہ سمجھے جاتے اور تاریخ میں تو وہ ثقہ ہی

ہیں، محدثین ان کی روایات کی طرف التفات اس واسطے نہیں کرتے کہ وہ زیادہ تر مغازی اور سیر کی روایات بیان کرتے ہیں، ان روایات کا احکام فرائض وواجبات اور عقائد وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، صرف تاریخ بیان کرتے ہیں، اس واسطے محدثین نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی، نیز چونکہ مغازی میں فتوحات اور جنگوں کے حالات بیان کئے جاتے ہیں، اس لیے کوئی مبالغہ آمیز بات بھی بیان ہوجاتی ہے، لیکن اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں مصر، شام، عراق اور ایران وغیرہ ممالک فتح ہوئے، اصل واقعات تو صحیح ہیں، کہیں کسی روایت میں مبالغہ بھی ہوگیا ہوگا، زیادہ تر یہ ملک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات اس طرح ہوتے رہے جیسے سیلاب اُمڈا چلا آتا ہے، آج یہ ملک فتح ہوا، کل وہ ملک فتح ہوا۔

انسان ہی سے اللہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے

حضرت سے ایک عالم نے دریافت کیا، ابن آدم کی ساری مخلوق پر فضیلت کیوں ہے؟ نیز علم الاسماء سے کیا مراد ہے، فرمایا میں خود تو کچھ نہیں جانتا، سنی سنائی کہتا ہوں، وہ یہ کہ تمام عالم اللہ تعالی کے اسماء کا ظہور ہے اور کوئی چیز عالم میں ایسی نہیں جس میں اس کا ظہور اور اس کی تجلی نہ ہو، لیکن انسان اللہ تعالی کے تمام اسماء اور جملہ صفات کا مظہر اتم ہے اور انسان کے سوا دنیا کی کوئی اور چیز ایسی نہیں جس سے اللہ تعالی کی صفات کا ظہور ہوسکے، مثلاً اللہ تعالی کے اسماء میں سے تواب ہے، غفور ہے، رحیم ہے اور عفو ہے، تو ان صفات کا ظہور سوائے انسان کے اور کسی شئے سے نہیں ہوسکتا، صرف انسان ہی اس کا مظہر ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے، تو اللہ تعالی

معاف فرمادیتے ہیں اور مغفرت کردیتے ہیں، تو ان سے صفت عفو اور غفور وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے "لَولَم تُذنِبوا، لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُم، وَجَاءَ بِقَومٍ الآخرِ يُذنِبُونَ ثُمَّ يَستَغفِرُونَ فَيَغفِرُلَهُم" یعنی اگر تم گناہ نہیں کروگے تو اللہ تعالی تم کو ختم کردے گا اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق لے آئے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ سے معافی چاہیں گے تو اللہ تعالی ان کو معاف کردے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک گناہ نہیں ہوں گے اس کی صفت "مغفرت اور عفو" کا ظہور نہیں ہوگا اور ماسوائے انسان کے نہ کوئی مکلّف ہے اور نہ اس سے گناہ ہوتا ہے اور فرشتے تو بالکل نافرمانی نہیں کرتے، وہ اس صفت کا مظہر نہیں بن سکتے، معلوم ہوا جب تک انسان گناہ نہ کرے، اس کی تمام صفات کا ظہور نہیں ہوسکتا، حتی کہ ظہور صفات کے لیے اللہ تعالی کوئی اور مخلوق پیدا فرماتے جو گناہ کرتی اور اللہ تعالی کی ان صفات کا مظہر بنتی، اور فرشتے تو ایک مقام سے جو ان کے لیے مقرر ہے آگے ترقی نہیں کرسکتے، دیکھو وہ جہنم میں بھی ہوں گے، لیکن وہ ان کو نہیں جلائے گی، معلوم ہوا وہ ان صفات کا مظہر نہیں بن سکتے اور انسان ترقی کرتا رہتا ہے، دنیا میں بھی دیکھ لو انسان نے کیا کیا ایجادات کی ہیں اور کررہے ہیں؛ لیکن فرشتوں کا دماغ اس طرف نہیں چلتا۔

جاسوسی کے لیے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھنا

حضرت نے فرمایا ایک مسلمان جو کہ انگریزوں کا ملازم تھا، رمضان شریف کا مہینہ آیا، تو اس نے اپنے افسر سے چھٹی مانگی کہ مجھے روزے رکھنے ہیں، افسر نے کہا یہیں رکھ لو (یہ تقسیم ملک سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی) اور اس نے ایک مقام بتادیا کہ وہاں تراویح میں قرآن مجید پڑھا

جاتا ہے، سحری اور افطاری کا مکمل انتظام ہے اور کافی نمازی ہوتے ہیں، چنانچہ یہ شخص وہاں چلا گیا، وہاں جا کر بہت خوش ہوا کہ بڑی بڑی داڑھیوں والے پابند صوم وصلاۃ لوگ موجود ہیں، جو دن رات قرآن مجید پڑھتے اور سنتے ہیں، جب رمضان شریف ختم ہو گیا، اسے کسی نے بتایا کہ یہ تو سب انگریز ہیں اور ان کو جاسوسی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے، ان میں کوئی بھی مسلمان نہیں۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کے ایک انگریز کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ بیس سال تک وہاں رہا، وہ قابل آدمی تھا، اور اسلامی تعلیمات کا ماہر تھا، وہاں امام مقرر کر دیئے گئے، بیس سال کے بعد جب وہاں سے جانے لگے تو لوگ رخصت کرنے کے لیے ساتھ آئے، جب جہاز پر سوار ہونے لگے تو حجامت کروائی اور داڑھی منڈوا دی، لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا، کہنے لگے کہ بیس سال کی نمازیں لوٹا لینا، تمہاری وہ نمازیں نہیں ہوئی، میں انگریز ہوں۔

ایسے ہی امرتسر میں جس انگریز (سرمائیکل اڈوائر) نے مسلمانوں پر گولی چلوائی تھی، یہ بھی ایک جگہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا، پورا عالم تھا، امام مقرر رہوا، اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا، بعد میں پتہ چلا کہ انگریز تھا۔

دونوں حالتیں بہتر ہیں

حضرت سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ آدمی پر بعض اوقات ذکر میں گریہ طاری ہوتا ہے، تو یہ گریہ کی حالت اچھی ہے یا بعد میں جو سکون ہوتا ہے وہ حالت اچھی ہے، فرمایا دونوں حالتیں اچھی ہیں، اگر ہر وقت گریہ رہے تو آدمی کوئی کام نہیں کرسکتا، اور دعا میں جی لگنا یہ بھی گریہ ہے، اگرچہ آنسو نہ نکلیں۔

حب جاہ کا علاج

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ کی تصنیف لطیف ’’آئینہ تربیت‘‘ کے حوالے سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں لکھا ہے، حب جاہ اگرچہ تھوڑی بھی ہو تو اس کا علاج ضروری ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مشائخ کرام جو محنتیں اور خدمات کراتے ہیں، یہی حب جاہ کا علاج ہے، حضرت مرزا مظہر جان جاںؒ حضرت شاہ غلام علی صاحب کی بہت زجر و توبیخ فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ پنکھا کر رہے تھے ذرا تیز ہلایا تو فرمایا، کیا مجھے اڑا دو گے، پھر ذرا آہستہ کر دیا تو فرمایا، کیا تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے، ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت نہ ایسے بنے نہ ویسے بنے، اس پر حضرت نے نکال دیا۔

چار پانچ ماہ تک ناراض رہے، پھر شاہ غلام علی صاحب نے بڑی خوشامدوں اور منتوں سے راضی کیا اور حضرت نے آنے کی اجازت دی، جب خلافت دی، اس وقت فرمایا شاہ صاحب جو کچھ آپ کے ساتھ سختی کی گئی، یہ صرف آپ کی اصلاح کے لیے تھی، کسی ذاتی غرض کے لیے ہرگز نہ تھی، فرمایا ’’ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب سے کسی نے لنگر کی شکایت کر دی کہ کھانے میں فلاں نقص ہے، مرزا جان جاںؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سب چلے جاؤ، یہاں تو وہ رہ سکے گا جو صرف نمک چاٹے، اس پر حضرت شاہ غلام علی کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضرت مجھے یہی قبول ہے‘‘۔

قلب میں نور کیسے پیدا ہوگا؟

ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا کہ قلب میں نور پیدا ہونے کی کیا علامات

ہیں، اور ذکر کے مؤثر ہونے کی کیا علامات ہیں؟۔

حضرت نے فرمایا کہ ذکر سے اس قدر انس ہو جائے کہ چھوڑنے کو جی نہ چاہے، یہ علامت ہے اس بات کی کہ قلب میں نور پیدا ہو گیا ہے، لوگوں کو معلوم نہیں کہ تصوف کو کیا سمجھ رکھا ہے، حالانکہ تصوف کا مطلب یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور اللہ تعالی کی عبادت اس طرح ہونے لگے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' یعنی تو اس طرح عبادت کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا خیال کرنا ممکن نہ ہو تو یہ خیال کرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، اور فرمایا کہ صرف چلوں اور مجاہدوں کا نام تصوف نہیں ہے، یہ تو ہندوؤں میں بھی ہے، راؤ عطاء الرحمٰن نے ہمارے سامنے بیان کیا تھا کہ ہم نے جوالا پور کے قریب ہریدوار میں دیکھا کہ دو ڈھائی سو ہندو سمادھی لگائے بیٹھے تھے۔

سمادھی کس چیز کو کہتے ہیں

حضرت نے فرمایا سمادھی کہتے ہیں مراقبہ کو، ہندو لوگ بھی مراقبہ اور مجاہدہ کرتے ہیں، جوگی لوگ اپنے ہر عمل کو مراقبہ ہی کہتے ہیں، جوگی دو قسم کے ہوتے ہیں، بعض تو سفر میں رہتے ہیں، تین دن سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرتے اور بعض ہمیشہ ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے ہیں، چلنا ان کے لیے منع ہے، ایک ہندو کو ہریدوار میں دیکھا کہ وہ ہر وقت کھڑا رہتا ہے، بارہ سال میں اس کا مجاہدہ پورا ہو جائے گا، اسے ناف تک ورم آ چکا ہے، اس کے سامنے ایک رسی تنی رہتی ہے، زیادہ تکلیف ہوتی تو اس پر پیٹ رکھ

کر تھوڑا سا جھول لیتا تھا، میں نے کہا اس کو تو ناف تک ورم آ گیا ہے، لوگوں نے کہا اس کی سمادھی ختم ہونے کے بعد یہ ورم تو فوراً چلا جائے گا، اس کے بعد یہ ہوگا کہ اس کی نگاہ میں بڑی تاثیر پیدا ہو جائے گی اور جس پر توجہ ڈالے گا اسے اپنا تابع کر لے گا۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر ان چیزوں کا نام تصوف ہو، تو پھر اسلام اور کفر میں تمیز ہی کیا ہے، ہندوؤں نے تو یہاں تک دعوی کیا ہے کہ مسلمانوں نے تصوف ہم سے سیکھا ہے، ایک ہندو جس نے کئی چلے کر رکھے تھے، میرے پاس آیا کہنے لگا آپ فلاں آسن پر بیٹھا کریں، جی الحمد للہ، اللہ تعالی نے ہمیں اس کا محتاج نہیں کیا، حق سبحانہ وتعالی نے اس آسن کے بغیر ہی فضل فرمادیا ہے، فرمایا ان لوگوں کا دعوی غلط ہے، جس چیز کو وہ تصوف سمجھتے ہیں، اسلام میں وہ تصوف نہیں ہے، بقول حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''آئینہ اگر زنگ آلود ہو اور پیشاب سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آ جاتی ہے اور اگر صاف پانی یا عرق گلاب وغیرہ سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آ جاتی ہے، مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اور یہ پاک ہے''۔

گناہ کی سزا دنیا میں

حضرت نے فرمایا ہمارے چچا زاد بھائی تھے مولوی سعد اللہ صاحب، ان کو سخت قسم کی بواسیر تھی، ایسی بواسیر کہیں دیکھنے میں نہیں آئی، تھوڑی دیر کے بعد دست آتا تھا اور دست میں چیخیں نکلتی تھیں اور کہتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انگارے پر بیٹھا ہوں، پھر تھوڑی دیر کے بعد دست آتا اور ایسی ہی حالت ہوتی، جب یہ کیفیت بڑھتی تو زبان سے کفریہ کلمات کہتے تھے، لوگ کہتے کہ ایسے کفر کے

کلمے نہ کہا کرو، وہ کہتے کہ اب اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اور کیا کرے گا، آسمان سے زمین پر گرادیا، جب بواسیر کی یہ کیفیت ہوتی تو کہا کرتے کہ وہ حالت کیسی اچھی تھی کہ میں تندرست تھا، کھانا پورا کھالیتا تھا، میں نے کہا کہ میں نے تو آپ کی اسی حالت سے اللہ تعالیٰ کا قادر اور مختارِ کل ہونا سمجھا، ایسا لگتا ہے کہ آپ سے ضرور کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، آدمی سچے تھے کہہ دیا ہاں! ضرور ایک گناہ ہوا ہے، ہم چار آدمی ایک نواب کے مصاحب تھے، ان کے یہاں دستور تھا کہ نواب صاحب کے رشتہ داروں میں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کے نام کچھ زمین اور تنخواہ مقرر کردی جاتی تھی، انہوں نے سوچا کہ اس طرح تو ساری زمین تقسیم ہو جائے گی، لہٰذا نواب صاحب نے ہم چاروں کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کردیا جائے اور کہیں زمین میں دفن کردیا جائے، اب میں تو اس کی سزا بھگت رہا ہوں۔

ذکر کے اثرات اسی وقت ہوتے ہیں جب حلال کھانا ہو

حضرت نے فرمایا ذکر کے اثرات تب ہی مرتب ہوتے ہیں جب کہ کھانا حلال کا ہو، حدیث شریف میں آیا ہے "مَطْعَمُهُ حَرَامٌ، مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهُ" (۱) یعنی کھانا پینا اور لباس حرام کا ہو تو دعا و عبادت کیسے قبول ہو، حضرت نے فرمایا کہ اپنے حضرت (شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری) کو بارہا دیکھا کہ کھانا قے کیا پڑا ہے، میں صاف کردیتا، اصل بات یہ تھی کہ مشتبہ کھانا حضرت کو ہضم ہی نہیں ہوتا تھا، اگر کھالیتے تو فوراً قے ہو جاتی، ایک دفعہ گمتھلہ کے ایک رئیس نے دعوت کی، حضرت نے بہت عذر کیا، لیکن اس نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا،

(۱) رواہ مسلم حدیث نمبر ۱۰۱۵۔

آخرکار حضرت نے اس کی دلداری کے لیے منظور فرمالیا تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو، جب کھانا کھا کر مکان پر تشریف لائے تو سب قے کردیا اور اوپر سے گرم پانی پی کر اچھی طرح پیٹ صاف کردیا، بعد میں پتہ چلا کہ وہ رئیس سود لیا کرتا تھا۔

اللہ کے یہاں متقی بندہ محبوب ہے

حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کے متعلق حضرت اقدس نے پوچھا کہ یہ کون ہے، اس نے کہا میں موچی ہوں، جوتے سیا کرتا ہوں اور کوئی دوسرا کام بھی کرلیتا ہوں، ایک اور شخص کے بارے میں ذکر ہوا کہ وہ نائی یا جولاہا ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے مریدین میں کوئی موچی ہے، کوئی نائی ہے، کوئی جولاہا ہے۔

حضرت نے فرمایا نام و نسب اور قوم سے کچھ نہیں ہوتا، جب اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے تو سب کو قبول کرلیتی ہے اور جو لوگ ذاتوں اور قوموں پر فخر کرتے ہیں وہ محروم رہتے ہیں، فرمایا "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ" (۱) اللہ کے یہاں تقویٰ کا اعتبار ہوتا ہے، خواہ کسی قوم سے ہو۔

انگریز مسلمانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے

حضرت نے فرمایا انگریز مسلمانوں کا سخت دشمن ہے، اس نے قصداً تقسیم ملک میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، لیکن ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ اسی انگریز سے جو دشمن ہے، تقسیم کروائی ہے، ظاہر ہے کہ پٹھانکوٹ، حصار، فیروز پور، سب جگہ مسلمانوں کی اکثریت ہے، مگر اس ظالم نے یہ سب اضلاع ہندوؤں کو دیدیے، حالانکہ مسلمانوں کو ملنے چاہئے تھے، جو افسر تقسیم پر متعین تھا، اس نے صاف کہا تھا کہ

(۱) سورہ حجرات آیت ۱۳۔

لاہور لے کر کیا کرو گے، پٹھان کوٹ لو، یہاں سے سیدھا راستہ کشمیر کو جاتا ہے۔

مزید حضرت نے فرمایا دریا ایک بھی مسلمانوں کے پاس نہیں، سب کے منابع ہندوستان میں ہیں، اگر وہ ادھر سے پانی بند کرلیں تو ان کے پاس نہیں آسکتا اور ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ کہنے لگے تقسیم تو ہوجائے، پانی کا فیصلہ بعد میں کرلیں گے، حالانکہ یہ پہلے کرنا چاہئے تھا، ابھی حال ہی میں ایک انگریز کا خط ہندوستان کے ایک جج کے پاس آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ ہندوستان کا ملک اب ہمارے قابو سے باہر ہوچکا ہے اور اب موقع ہے مسلمان سے بدلہ لینے کا۔

یہ خط حضرت مدنی (شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) نے بھی پڑھا تھا اور اخبار میں شائع ہوا تھا، حضرت مدنی نے تقسیم سے پہلے فرمادیا کہ فسادات ہوں گے اور اس قدر نقصان ہوگا، بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ حضرت مدنی نے فرمایا تھا۔

دین کے نام سے الگ جماعت بنانا

حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ تبلیغ کے نام سے یا دین کی خدمت کے نام سے الگ جماعتیں بناتے ہیں، اس سے مسلمانوں میں تفریق اور پارٹی بندی پیدا ہوتی ہے، ابتداء میں تو کہتے ہیں کہ ہم دین کی خدمت کررہے ہیں، لیکن بالآخر دوسروں کو کافر کہنے لگتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا مرزائیوں کو دیکھو، ابتداء میں کہتے تھے کہ ہم اسلام کی صحیح خدمت کررہے ہیں، اب دیکھو ان میں اور ہم میں کتنا فرق ہے، کفر واسلام کا فرق ہے، میں ابتداء میں حکیم نورالدین سے ملتا تھا، اس سے پوچھا آپ نے الگ جماعت کیوں بنائی ہے، کہنے لگا کہ ہم نیچریوں اور آریوں کو متحد بنانا چاہتے ہیں، لیکن آخر

میں اپنے سوا سب مسلمانوں کو کافر کہنے لگے، ایسا ہی مودودی صاحب کی جماعت ہے، یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ چرب لسانی اور عبارت آرائی سے کچھ کام نہیں ہوتا، تکلف اور بناوٹ سے دین کی خدمت نہیں ہوتی، یہ لوگ غیر مقلد بھی ہیں، کہتے ہیں ہم سلطنت کریں گے، حالانکہ اتنا نہیں جانتے کہ یہاں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوگی (احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل خلافت راشدہ کی قسم کی اسلامی حکومت کا قیام ناممکن ہے) اور اگر ہوئی بھی تو مسلمانوں کی سلطنت میں وہی قانون ہوگا جو نصاریٰ کا ہے، ان کو معلوم نہیں کہ آج کل کوئی چھوٹی سلطنت کسی بڑی سلطنت کے ساتھ چلے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، جب پاکستان ایک چھوٹا ملک ہے تو امریکہ یا یورپ کے ساتھ چلنے پر مجبور ہوگا اور یہ محتاج ہے، جب ان کے ساتھ ہوگا تو پھر قانون بھی انہی کا ہوگا، فرمایا یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ملک مل گیا، حالانکہ انگریز نے ان کو قصداً تقسیم کرکے دیا ہے تاکہ لڑتے رہیں، چنانچہ کشمیر کا جھگڑا درمیان میں چھوڑ کر چلا گیا، اب یہ کہتے ہیں ہمیں ملے، ہندوستان والے کہتے ہیں کہ ہمیں ملے، اسی طرح ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہے گا، پھر مودودی جماعت کے متعلق فرمایا کہ جیسا کہ مرزائی کہتے تھے کہ ہم دین کی خدمت کرتے ہیں اور پھر ایک فرقہ بن گیا، حتی کہ کفر واسلام کا فرق ہوگیا، ایسا ہی مودودی جماعت کے لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ ایسا اختلاف کریں گے کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر کہنے لگیں گے۔

خضر علیہ السلام کا مرتبہ زیادہ یا موسیٰ علیہ السلام کا

حضرت سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے علم سیکھیں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت

خضر علیہ السلام کا مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے؟۔

فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام کے علوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علوم کے مقابلہ میں معمولی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تو شریعت کے علوم تھے، جو بہت بلند پایہ ہیں، اور حضرت خضر علیہ السلام کے علوم مکشوفات کونیہ سے متعلق ہیں، جو معمولی علم ہیں، حضرت خضر علیہ السلام اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لاتے اور ان کی شریعت کا اتباع نہ کرتے تو مسلمان بھی نہیں ہو سکتے تھے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے، اور کسی صاحب شریعت نبی کے زمانے میں کوئی شخص جب تک اس شریعت کا اتباع نہ کرے اور اس نبی پر ایمان نہ لائے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، اسی لیے وہ ان کو بار بار ٹوک دیتے تھے اور فرماتے "لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا" (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان جیسے علوم کے نہ ہونے سے ان کے کمال میں کوئی فرق نہیں آیا اور جہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس ان علوم کے سیکھنے کے واسطے بھیجنے کا تعلق ہے تو اس میں ایک حکمت تھی کہ ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ روئے زمین پر اس وقت سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ تو فرمایا کہ میں ہوں، اس پر تنبیہ کی گئی کہ ایسے علوم بھی ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔

وہ شیطان تھا اور تمہیں علم سے محروم کر گیا

حضرت سے سوال کیا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں خضر علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ہمیں تو کبھی نہیں ہوئی، اور فرمایا کہو تو ایک واقعہ سنا دیتا ہوں،

(۱) سورۂ کہف آیت ۷۴۔

گلاوٹھی میں ہمارے ایک دوست پڑھا کرتے تھے، کہنے لگے کہ ایک رات میں مدرسہ کی طرف آ رہا تھا، باغ کے پاس سے گزرا تو ایک بزرگ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے، حسین چہرے والے، ہاتھ میں عصا لئے ہوئے ملے، دل میں ان کی طرف بہت کشش ہوئی، بعد میں جا کر اپنے استاد سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے پوچھا کیا اس نے تمہیں کچھ کہا؟ کچھ نہیں، دوسرے روز پھر ملے اور السلام علیکم کہا، تیسرے روز پھر ملے، اور معانقہ بھی کیا، اور کہا کہ تم قرآن شریف یاد کرو، انہوں نے اس بات کا پھر اپنے استاد صاحب سے ذکر کیا کہ بڑے بزرگ آدمی ہیں، دل بہت ان کی طرف کھینچتا ہے، استاد صاحب نے فرمایا کہ تم مانو گے تو نہیں مگر ایک بات کہتا ہوں کہ وہ شیطان تھا اور تمہیں علم سے محروم کر گیا کیونکہ اگر وہ کہتا، نماز نہ پڑھو تو تم کہتے "لاحول ولا قوۃ" اگر کہتا برے کام کرو، چوری کرو وغیرہ تو بھی تم "لاحول" پڑھتے، لیکن اس نے کہا کہ قرآن یاد کرو، مقصد اس کا یہ تھا کہ اس میں لگ کر علم پڑھنا چھوڑ دے گا اور قرآن بھی یاد نہیں کر سکے گا، کیونکہ ستر اسی سال کا بوڑھا قرآن کس طرح یاد کر سکتا، بالآخر ایسا ہی ہوا، اس نے نہ مانا، قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا، چند دنوں کے بعد اس کا دماغ خراب ہو گیا اور سب کچھ چھوٹ گیا۔

اپنے قلب کی حفاظت کیا کرو

حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی کی خدمت میں بہت سے آدمی حاضر ہوئے اور بے شمار مخلوق کا ہجوم تھا، آپ کے دل میں خیال گزرا کہ میں شیخ وقت ہوں، فوراً ایک دھکا لگا، ساری رات پریشان رہے، نیند نہیں آئی، صبح کو جنگل کی طرف نکلے، ایک شخص اونٹ پر سوار نظر آیا، قریب آیا تو کہنے لگا اے بایزید چار ہزار میل سے

آرہاہوں اوراب سورج نکلتے وقت یہاں پہنچاہوں، ایک آنکھ کانی ہے اگر کھول دوں تو سارے جہاں کوغرق کردوں، پھر فرمایابایزیداپنے قلب کی حفاظت کیا کرو۔

تصوف نام ہے اخلاق حسنہ کے آنے کا

حضرت نے فرمایاانسان میں جب تک مسکینی رہتی ہے تب تک ترقی ہوتی رہتی ہے، جب انسان کے دل میں یہ آیا کہ میں بھی کچھ ہوں تو بس وہیں رہ گیا، مشائخ کے پاس لوگ اسی لیے آتے ہیں کہ رذائل نکل جائیں اورفضائل پیداہوجائیں، شیخ طبیب ہوتاہے، وہ سالک کے حالات پرنظر رکھتاہے، مثلاً بخل ایک رذیلہ ہے وہ نکل جائے سخاوت پیدا ہو جائے، خودستائی وخودنمائی کے بجائے اپنے عیوب پرنظر ہوجائے، ذکرکرنے سے قلب میں انشراح پیداہوتاہے اوراپنے عیوب پرنظر پڑتی ہے، ورنہ دوسروں کے عیوب تو نظر آتے ہیں اپنے عیوب نظر سے اوجھل ہوجاتے ہیں، اس لیے ہمیشہ خدا کا شکرادا کرے اورانعام خداوندی سمجھے کہ اللہ تعالی اگرفضل وکرم نہ فرماتا تو میں کہیں کا بھی نہ رہتا، لوگ تصوف کومعلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں، تصوف نام ہے اخلاق حسنہ کے آجانے کا، جوبغیرصحبت شیخ کامل میسرنہیں آتے۔

اللہ کے یہاں قلب سلیم کام آئے گا

پانی پت کے ایک مشہورقاری اورحضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت قاری فتح محمدصاحب پانی پتی ایک دفعہ حضرت کی خدمت اقدس میں تشریف لائے، حضرت نے فرمایا، قاری صاحب کچھ سناؤ، قاری صاحب جب سناچکے تو فرمایا کہ یہ قرأت کا سلسلہ پانی پت کے بڑے قاری صاحب (جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب) سے چلاہے، کیا آپ کومعلوم ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا

توان کوکسی نے خواب میں دیکھااور پوچھا کہ انتقال کے بعدکیا گزری، انہوں نے فرمایا کہ یہاں قرأت کی پوچھ نہیں یہاں تو قلب سلیم کی پوچھ ہےاور یہ آیت پڑھی ”لَایَنۡفَعُ مَالٌ وَلَابَنُوۡنٌ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ“۔(۱)

مسلم بادشاہوں نے دین کی طرف توجہ نہ دی

حضرت نے فرمایا کہ ہندوستان پرمسلمان بادشاہوں نے ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی، مگران میں سے اکثرعیش پرستی اورلذت پرستی میں مشغول رہے؛ لیکن دین کے لیے کچھ نہیں کیا، محض ملک کی توسیع کے لیےفتوحات کرتے رہےاور احمدشاہ ابدالی کےمتعلق تو یہاں تک مشہورتھا کہ ”کھاداپیتالاہےدا، رہیااحمدشاہے دا“ یعنی جوکھاپی لیاوہ اپناہے، باقی احمدشاہ کاہے، اسی طرح اکبر بادشاہ نے تو بالکل نئے دین کی بنیادرکھ دی تھی، دین کے لیےصرف علماء اوراولیاء کرام نے کام کیاہے، ہمارے بادشاہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اگر یہ حضرات توجہ کرتے تو اسلام کی بہت ترقی ہوتی اور ہندوستان میں مسلمان اکثریت میں ہوتے۔

ہرآدمی میں تین خواہشات پائی جاتی ہیں

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پرایک کتاب جوکسی دیوبندی عالم کی لکھی ہوئی تھی، حضرت کی خدمت میں پڑھ کرسنائی گئی، پڑھنے والے نے کہا ایسی عمدہ باتیں ہمارے حضرات نےلکھی ہیں اورنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی ہے، لیکن بریلوی مولوی ایسا ایسا کہتے ہیں؟

---

(۱) سورۂ شعراء آیت ۸۸/۸۷۔

حضرت نے فرمایا یہ لوگ تو حسد میں مارے گئے، دراصل علماء دیوبند کی مقبولیت انہیں پسند نہیں آئی، حضرت نے پھر فرمایا کہ ہر شخص تین باتیں چاہتا ہے، خواہ وہ کسی ملک کا ہو، کسی قوم کا ہو، کسی مذہب کا ہو اور کسی زمانہ کا ہو، عورت ہو یا مرد، جوان ہو یا بوڑھا، یہ تین خواہشات ہر آدمی میں پائی جاتی ہیں:

اول یہ کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے، کبھی مرے نہیں، دوسرے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ جوان وصحت مند رہے، کبھی بوڑھا اور بیمار نہ ہو، تیسرے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ عزت اور آرام کی زندگی نصیب ہو، لیکن آج تک یہ تینوں خواہشات کسی کی پوری نہیں ہوئیں، بڑے بڑے بادشاہ، پیغمبر، رشی اور ولی دنیا میں آئے، مگر بالآخر انہیں ایک دن اس دنیا سے کوچ کرنا پڑا، اسی طرح کوئی شخص ہمیشہ جوان نہ رہا، بلکہ ہر شخص کو قانون قدرت کے مطابق بچپن کے بعد لڑکپن پھر شباب اور پھر بڑھاپے کی منزلوں سے گزرنا پڑا، آخر میں مختلف عوارض کا شکار رہ کر اس دنیا سے رخصت ہونا پڑا، اسی طرح اگر کسی کو چار دن کے لیے مالی خوشحالی یا کوئی اونچا عہدہ مل بھی گیا، تو اس کے ساتھ طرح طرح کی بیماریاں یا پریشانیاں لگی رہیں اور آخر موت نے آکر سب کچھ ختم کردیا، لیکن اس کے باوجود ہر انسان کے اندر یہ تینوں خواہشات موجود رہیں، یہ خواہشات اللہ تعالی نے انسان میں پیدا فرمائی ہیں اور اللہ تبارک وتعالی حکیم ہیں، ان کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، اللہ تعالی نے انسان کے اندر یہ جو خواہشات پیدا کی ہیں تو ضرور کوئی ایسی جگہ پیدا فرمائی ہے جہاں یہ خواہشات پوری ہوسکیں، سو اس دنیا میں آپ دیکھتے ہیں کہ یہ خواہشات پوری ہو ہی نہیں سکتیں، اس دنیا کا نظام ہی ایسا ہے کہ یہاں کسی شئ کو بقا اور دوام نہیں ہے، لامحالہ وہ جگہ جنت ہے، جہاں یہ تینوں خواہشات پوری ہوسکتی ہیں، سو ان خواہشات

کے حصول کے لیے انسان کو شریعت کا پابند بنایا گیا اور انبیاء کرام بھیجے گئے، جنھوں نے انسانوں کو بتایا کہ زندگی گزارنے کا یہ سیدھا راستہ ہے، اگر اس پر چلو گے تو ایک بار موت کے پل سے گزر کر ان تینوں خواہشات کو پورا کرسکو گے، جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے کہ جنت کی زندگی میں موت نہ ہوگی، نہ بڑھاپا اور نہ کوئی بیماری یا پریشانی ہوگی، ہر طرح کی عزت اور راحت نصیب ہوگی، سو اس زندگی کے پانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ انبیاء کرام بالخصوص خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلا جائے، دیوبندی علماء اسی کی تاکید کرتے ہیں اور اسی پر عمل کرنے کی ہدایت کرتے ہیں جس سے بریلویوں کو جلن اور حسد ہوتی ہے۔

نسب پر فخر نہیں کرنا چاہئے اصل چیز تو عمل ہے

حضرت نے فرمایا کہ ہندوپاک کے بعض لوگ اپنے نسب نامے عربوں سے جوڑتے ہیں اور کوشش کرکے جعلی نسب نامے بنواتے ہیں، کوئی سید بنتا ہے، کوئی قریشی بنتا ہے اور کوئی انصاری بنتا ہے، اس سے کیا حاصل؟ اصل چیز تو عمل ہے اور اس سے تو الٹا اسلام کی توہین ہوتی ہے، اگر یوں کہا جائے کہ ہم لوگوں کے بڑے کافر تھے، ان کو صحابہ رضی اللہ عنہ نے اسلام سکھایا اور اس طرح ہم کو اپنا بنالیا، تو اس میں اسلام کی بھی عزت ہے اور صحابہ کی بھی، البتہ جو لوگ عربوں کی نسل سے واقعتاً ہیں، وہ اگر اس کا اظہار کریں تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن نسب پر فخر نہیں کرنا چاہئے، اصل چیز تو عمل ہے۔

بادشاہوں کا نام صرف کتابوں تک محدود ہے

حضرت نے فرمایا کہ جب میں دہلی میں پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ سابقہ بادشاہوں کے مقبرے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور حضرت خواجہ قطب الدین صاحب،

خواجہ نظام الدین اولیا صاحب، خواجہ باقی باللہ صاحب اور دوسرے بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوا۔

بادشاہوں اور امراء کے مقبرے اکثر ویران تھے، ان میں گیدڑ اور کتے پھرتے رہتے تھے، لیکن بزرگوں کے مزارات پر ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا، کوئی فاتحہ پڑھ رہا ہے، کوئی قرآن مجید پڑھ رہا ہے، اگرچہ بدعات بھی ہوتی تھیں، میں اکثر سوچتا کہ ایسا کیوں؟ پھر دل میں آیا کہ اولیاء اللہ کی محبت وتعظیم جو لوگوں کے دلوں میں ہے، یہ سب اللہ تعالی کے نام کی برکت سے ہے کہ اب تک لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور عزت ہے اور بادشاہوں کو کوئی نہیں جانتا، ان کا صرف تاریخ کی کتابوں میں نام رہ گیا ہے، اس سے ہم نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالی کا ہو کر رہنا چاہئے کہ اصل دولت یہی ہے۔

اصل چیز محبت اور شیخ سے مناسبت ہے

حضرت نے فرمایا توجہ رابطۂ شیخ کا نام ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، اصل چیز محبت اور شیخ سے مناسبت ہے، فرمایا اگر کوئی شیخ اپنے مرید کو کچھ دینا بھی چاہے تاہم مرید کی استعداد نہ ہو یا اللہ تعالی کو منظور نہ ہو، تو کچھ نہیں مل سکتا، ماں جو اولاد پر بہت ہی شفیق ہوتی ہے، اگر بچہ کو اپنی چھاتی سے لگالے اور اپنا پستان بھی اس کے منہ میں دیدے، لیکن اگر بچہ ہی دودھ چوسنے کے لیے ہونٹ نہ ہلائے تو اس میں ماں کا کیا قصور ہے، جب تک بچہ ہونٹ نہ ہلائے گا، ماں سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔

شیخ کامل کا انتخاب کرنا چاہئے

حضرت نے فرمایا: اخلاق رذیلہ دور کرنا اور اخلاق فاضلہ حاصل کرنا بغیر صحبت کے نہیں ہوسکتا، لوگ پوچھتے ہیں، تصور شیخ کیا ہوتا ہے میں کہتا ہوں، محبت شیخ کو تصور

شیخ کہتے ہیں، اگر تصور شیخ ہی میں رہ گیا تو بس رہ ہی گیا، مقصد اصلی رضائے مولا کا حصول ہے، مگر شیخ کامل کا انتخاب کرنا چاہئے، جو سنت سے سر مو تفاوت نہ کرتا ہو، پھر اس کی محبت میں جتنا زیادہ فنا ہوگا اتنا زیادہ فائدہ ہوگا اور اس کا راستہ جلدی طے ہوگا، شیخ کی صحبت، محبت اور اخلاص سے اختیار کرے، اس سے جلدی آگے نکل جائے گا، مولانا عبدالحئی اپنے شیخ حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی محبت میں ایسے فناء تھے کہ جب جان نکل رہی تھی تو فرمایا حضرت آپ میرے سینہ پر اپنا پاؤں مبارک رکھ دیں، بس میری یہ آرزو ہے کہ میری جان اس حال میں نکلے، چنانچہ حضرت سید صاحب نے آپ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور ایسے ہی مولانا شاہ اسماعیل شہید کو اپنے شیخ سے محبت تھی کہ آخر دم تک سید صاحب کے ساتھ رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

میری قسمت میں جو نہیں ہے وہ مجھے مل جائے

حضرت نے فرمایا: ایک بزرگ کے بارے میں سنا ہے کہ کسی پہاڑ کی غار میں ذکر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص بزرگانہ وضع قطع کے ان کے پاس آئے اور کہا "السلام علیکم"، میں آپ سے ملنے آیا ہوں، کوئی خدمت ہو تو فرمائیں، ذاکر نے کہا، میرا وقت ضائع نہ کرو، مجھے اپنا وظیفہ پورا کرنے دو، اس نے کہا میں خضر ہوں، لوگ میری ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں، میں آپ کو خود ملنے آیا ہوں، فرمایا بہت اچھا مگر مجھے اپنا وظیفہ پڑھنا ہے، آپ اپنا کام کریں، مجھے اپنے کام سے غرض ہے، کہا آپ کے لیے کون سی دعا کروں؟ ذاکر نے کہا کہ اگر دعا کرنی ہی ہے تو یہ دعا کرو کہ میری قسمت میں جو نہیں ہے، وہ مجھے مل جائے، فرمایا کہ ملے گی تو

قسمت ہی، انہوں نے کہا کہ جب قسمت خود ہی آجائے گی، پھر میرا پڑھنا کیوں برباد کرتے ہو، اس کے بعد حضرت نے یہ دوبارہ پڑھا۔

پڑھ پڑھ ہوئے پتھر، لکھ لکھ ہوئے چور
جس پڑھنے سے مولا ملے وہ پڑھنا کچھ اور

محبت کے تین اسباب

حضرت نے فرمایا کہ محبت کے تین اسباب ہوتے ہیں: جمال، کمال اور احسان، جمال کے قصے تو زبان زدعوام وخواص ہیں، یوسف علیہ السلام زلیخا کا قصہ، یہ تو جمال کی مثال ہوئی، اگر کسی میں کمال ہوتا ہے تو اس کی عظمت خواہ مخواہ لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو جاتی ہے، اور اس سے لوگ محبت کرنے لگتے ہیں اور جب کوئی شخص کسی پر کچھ احسان کرتا ہے تو اس کی محبت بھی دل میں پیدا ہو جاتی ہے، مثل مشہور ہے "اَلْاِنْسَانُ عَبْدُالْاِحْسَانُ" فرمایا یہی تینوں باتیں حق تعالی میں بدرجہ اولی ہیں، انسان کا جمال ہو یا کمال یا احسان، یہ محدود اور فانی ہیں حق تعالی کا کمال غیر محدود اور غیر محدود فانی ہے تو جو شخص حق تعالی کی ان صفات کو جان لیتا ہے، اس کے دل میں اللہ کی محبت آتی ہے اور وہ کبھی غافل نہیں ہوسکتا۔

اپنے شیخ ہی سے سب کچھ پوچھنا چاہئے

حضرت نے فرمایا جب کوئی آدمی کسی سے بیعت ہو تو اسی سے سب کچھ پوچھنا چاہئے، یہ نہیں کہ کبھی کہیں چلا گیا، کبھی کہیں، اس سے کیا فائدہ، پھر فرمایا کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں

رہتے تھے، ایک دفعہ ان کے پیر (حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری) ان کے پاس تشریف لے گئے، تو بابا فرید صاحب کو خواجہ قطب الدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت کو دباؤ، بابا فرید ان کو دبانے لگے، تھوڑی دیر کے بعد ان کو چھوڑ کر اپنے پیر سے چمٹ گئے اور عرض کیا، حضرت ایک ہی دل تھا وہ تو آپ کو دے دیا، اب دوسرا کہاں سے لاؤں، حضرت خواجہ قطب الدین صاحب کو یہ بات پسند نہ آئی، لیکن حضرت خواجہ معین الدین صاحب نے فرمایا، شاباش! اپنے پیر کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہونا چاہئے اور بہت خوش ہوئے، فرمایا: یہ عملیات اور کرامات تو محض تماشے ہیں، فقیری کچھ اور ہی ہے۔

اللہ تعالی کے نام میں برکت ہے

حضرت نے فرمایا کہ جتنے بھی بڑے بڑے بزرگ ہوئے ہیں، مثلاً حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہم ان حضرات نے عملیات کی طرف توجہ نہیں دی، سب نے اللہ کا نام ہی لیا ہے، اور اللہ تعالی سے تعلق پیدا کیا، پھر فرمایا کہ ہم نماز میں "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ" پڑھتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی ہی کے نام میں برکت ہے، اسی سے سب کچھ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کی دعاء کا انداز

حضرت نے فرمایا ہم اپنے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے پاس عرصہ تک رہنے کی وجہ سے حضرت کی عادات سے واقف ہو گئے تھے اور یہ کوئی کمال کی بات نہیں، کتا بھی جب اپنے مالک کے پاس رہتا ہے تو اپنے مالک کی عادات سے واقف ہو جاتا ہے، حضرت کی خدمت میں جب کوئی شخص دعا کے لیے عرض

کرتا تو کبھی یوں فرماتے، ہاں انشاء اللہ ضرور دعا کریں گے اور کام ہو جائے گا اور کبھی یوں فرماتے ہاں دعا کریں گے، ہمارا کام تو دعا کرنا ہے منظور کرنا نہ کرنا اس کا کام ہے، اس پر ہم یہ سمجھ جاتے کہ کام نہیں ہوگا اور ایسا ہی ہوتا، جب پہلی قسم کے الفاظ فرماتے تو درخواست کرنے والے کا کام ضرور ہو جاتا اور جب دوسری قسم کے الفاظ فرماتے تو کام نہیں ہوتا، اور ہم بار ہا اس کا تجربہ کر چکے تھے، تو یہ بغیر مکالمہ باری تعالی اور اس طرف سے مطلع ہونے کے کیسے ہو سکتا ہے، فرمایا حضرت جب کبھی مجھے کوئی چیز عنایت فرماتے تو میں انکار کر دیتا، ایک دفعہ حضرت نے فرمایا جب میں کوئی چیز دیا کروں تو لے لیا کرو، کیونکہ میں اپنی طرف سے نہیں دیتا، ادھر سے جو حکم ہوتا ہے اسی کے مطابق دیتا ہوں۔

اللہ تعالی نے جنت کا ذائقہ نصیب فرما دیا ہے

حضرت نے فرمایا کہ پیران پیرؒ کی ایسی ایسی باتیں منقول ہیں کہ عقل سے باہر معلوم ہوتی ہیں، اور جن لوگوں پر ایسے حالات نہیں گزرے وہ ان کا انکار کرتے ہیں؛ لیکن الحمد للہ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن پر ایسے حالات گزرے ہیں، اس سے ہم کو سابقین کی سچائی معلوم ہوتی ہے، حضرت پیران پیر سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا کہ اگر میں سال بھر پانی نہ پیوؤں تو نہ پیوؤں، سال بھر کھانا نہ کھاؤں تو نہ کھاؤں۔

فرمایا: یہی حال ہم نے اپنے حضرت کا دیکھا ہے کہ آخری عمر میں کھانا چھوڑ دیا تھا، بلکہ آخری رمضان میں دونوں وقت کا کھانا چھوڑ دیا تھا، رات کا کھانا تو ہر رمضان میں پہلے بھی نہیں کھایا کرتے تھے، مگر اس دفعہ دونوں وقت کا سحری اور افطاری کا ترک کر دیا تھا، ساری رات صبح تک قرآن شریف ہی سنتے رہتے تھے، سحری کے وقت میں سادہ چائے لے جایا کرتا، عرب کی چھوٹی فنجان میں سے صرف ایک گھونٹ برائے نام

پی لیتے، ایک پتلی چپاتی، ایسی پتلی کہ کہیں دیکھی نہیں، اس میں سے صرف ایک چھوٹا سا لقمہ توڑتے اور چائے کی ایک چمچی سے حلق میں اتار لیتے، دو تین دن تو میں عرض کرتا رہا کہ حضرت آپ دونوں وقت کھانا نہیں کھاتے، ضعف ہو جائے گا، لیکن جواب نہیں دیا، تیسرے چوتھے روز فرمایا، مولوی صاحب اللہ تعالی نے جنت کا ذائقہ نصیب فرما دیا ہے، اس کھانے کی ضرورت نہیں رہی، چہرہ ایسا سرخ تھا جیسا بڑے لذیذ کھانے کھاتے ہیں، موت کا بہت شوق تھا، بڑے ذوق سے فرمایا کرتے، جب اللہ تعالی وہ وقت نصیب فرمائے تو سنت کے مطابق تجہیز و تکفین کرنا۔

بھوک سے بیتاب ہونا

حضرت نے فرمایا کہ پیران پیر کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ طالب علمی کے زمانے میں کئی دنوں کا فاقہ تھا، جب بہت کمزور ہو گئے تو خیال کیا کہ کنجڑے جہاں سبزی بیچتے ہیں وہاں جانا چاہئے، وہاں ان کے کچھ پتے وغیرہ گر جاتے ہیں، وہی اٹھا کر کھا لوں گا، جس سے پیٹ میں کچھ نہ کچھ پہنچ جائے گا، وہاں گئے تو دیکھا کہ کچھ اور لوگ بھی اسی غرض سے آئے ہیں اور پتے چن رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے غیرت آئی اور بغیر کچھ اٹھائے اور کھائے واپس آ گیا اور بھوک کی تکلیف کی وجہ سے ایک مسجد میں جا کر سو رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی آیا اور اپنا دسترخوان کھول کر کھانا کھانے بیٹھ گیا، روٹی کے ساتھ کباب، گوشت اور حلوہ بھی تھا، میں جب اسے کھاتے اور منہ کی طرف لقمہ لے جاتے دیکھتا تو بے اختیار میرا منہ کھل جاتا، دو تین دفعہ ایسا ہوا، بالآخر میں نے لاحول پڑھا اور ادھر سے منہ پھیر کر سو رہا، اس شخص نے پوچھا کہ بتاؤ اس شہر میں عبدالقادر جیلانی کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا میں ہی ہوں، کہنے لگا آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ،

میں نے معذرت کی تو وہ کہنے لگا آؤ کھالو، میں بھی تمہارا ہی کھانا کھا رہا ہوں، یہ کھانا تمہاری والدہ ماجدہ نے مجھے جیلان سے تمہارے لیے کچھ رقم دے کر بھیجا ہے کہ ان کو دے آؤ، مجھے بھی تین دن سے فاقہ تھا، جب بھوک سے پریشان ہوا تو آپ کی رقم سے کھانا لا کر کھا رہا ہوں، پھر حضرت نے اس کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

حافظ قرآن کا قبر میں تلاوت کرنا

حضرت والا نے فرمایا کہ مولوی غلام رسول صاحب جالندھریؒ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میرے استاذ کی کسی نے دعوت کی، میں بھی ساتھ تھا، کھانا کھانے کے بعد جب واپس ہونے لگے تو صاحب دعوت نے استاذ صاحب کی بھینس کے لیے چارہ بھی دیا، وہ میں نے اپنے سر پر اٹھالیا، رات کا وقت تھا، استاذ صاحب آگے آگے چل رہے تھے اور میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا، اثنائے راہ میں قضاء حاجت کی ضرورت مجھے پڑی تو میں ایک طرف کو چلا گیا، جب واپس آیا تو دیکھا کہ استاذ صاحب قبرستان میں ایک قبر کی چہار دیواری کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہیں، کوئی آدمی جو دکھائی نہیں دیتا قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور آپ سن رہے ہیں، میں نے بھی آواز سنی، میں کود کر دیوار کے اوپر چڑھ گیا، دیکھا تو کچھ نہ تھا، معلوم ہوا کہ وہ قبر کسی حافظ قرآن کی ہے اور وہ قبر میں سے قرآن مجید پڑھ رہا ہے، جب کافی دیر ہوگئی تو میں نے استاذ صاحب سے کہا کہ دیر ہوگئی اب چلیں، بس اس پر آواز بند ہوگئی۔

قرآن کی تلاوت سے مردہ سے بات چیت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم اور ان کے ایک بھائی ایک دفعہ کسی آدمی کی تلاش میں نکلے اور ایک جنگل میں پہنچے، دوپہر کو تھک کر

ایک درخت کے نیچے آبیٹھے، اس درخت کے پاس چند قبریں تھیں، شاہ صاحب کے بھائی تو سو گئے، انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی، جو بزرگ سو گئے تھے ان کو خواب میں ایک صاحبِ قبر آئے اور کہنے لگے مدت ہوئی ہم نے قرآن مجید نہیں سنا تھا، آج آپ کے بھائی سے سنا ہے، آپ اپنے بھائی سے کہیں کہ وہ پڑھنا بند نہ کریں اور پڑھیں، وہ اٹھے تو اپنے بھائی شاہ عبدالرحیم صاحب سے خواب بیان کیا اور کہا کہ اس جگہ چند قبریں ہیں اور ایک مردے نے مجھے یوں کہا ہے...... چنانچہ انہوں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، پھر وہ مردہ ان سے مخاطب ہوا، شاہ صاحب نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اور ارد گرد کے مردوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے دوسروں کا تو حال معلوم نہیں، میرا اپنا حال یہ ہے کہ میں دنیا کی زندگی میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا کہ فلاں دھندے سے فارغ ہو جاؤں گا تو اللہ اللہ کیا کروں گا، پھر اس سے فارغ ہونے سے پہلے دوسرا دھندا شروع ہو جاتا، اسی طرح ساری عمر گزر گئی اور ذکر کرنے کے لیے فرصت نہیں ملی، جب میں مرا اور منکر نکیر آئے اور انہوں نے عمل پوچھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آیا کہ اس بیچارے کو چھوڑ دو، یہ تو ہمیشہ ارادہ کرتا تھا کہ فارغ ہو جاؤں تو اللہ اللہ کیا کروں گا؛ لیکن اس کو فرصت ہی نہیں ملی، چنانچہ مجھے چھوڑ دیا گیا، پھر کہنے لگے نجات تو ہوگئی؛ لیکن خوشی نہیں ہوئی کیونکہ جب میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو انعامات دیئے جارہے ہیں، تو مجھے بڑی حسرت ہوتی ہے، فرمایا کہ ذکر چھوڑنے کی یہ حسرت ہوگی۔

شہزادہ کو مارنے کی وجہ سے بادشاہ خوش ہوگیا

حضرت نے فرمایا کہ مولانا روشن الدین صاحب بہاولنگری مولانا اشرف علی

تھانویؒ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرتے تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ وہاں ایک تحصیلدار تھے، ان کے خاندان میں کئی پشت اوپر ایک عالم تھے، جو شاہجہاں بادشاہ کے کسی لڑکے کے استاذ تھے، بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم سعداللہ خان سے کہا تھا کہ شہزادہ کے لیے کوئی لائق اتالیق تجویز کیا جائے، نواب سعداللہ خان نے عرض کیا، لائق اتالیق ہے تو سہی، مگر وہ یہاں آئے گا نہیں، چونکہ حدود سلطنت میں رہتے ہیں، تو وہ بھی حضور ہی کی جگہ ہے، شہزادہ وہیں بھیج دیا جایا کرے، جب مولانا سے کہا گیا تو انہوں نے بھی وہاں شاہی دربار میں جانے سے انکار کردیا، آخرکار شہزادہ انہی کے پاس آیا کرتا، اور روزانہ بادشاہ کی خدمت میں شہزادے کے حالات بھی روزنامچے کی شکل میں پہنچائے جاتے، ایک روز مولانا صاحب نے شہزادہ کو سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے منہ پر تھپڑ مارا، شاہجہاں بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اتنے خوش ہوئے کہ ان عالم صاحب کو ایک جاگیر انعام میں دیدی۔

تمہارا شیخ مشرک ہے

حضرت نے فرمایا کہ شقیق بلخیؒ کے ایک مرید حج کو روانہ ہوئے، راستہ میں بسطام پڑتا تھا، حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کی غرض سے بسطام حاضر ہوئے، حضرت بایزید نے حضرت بلخی کے حالات پوچھے، انہوں نے بیان کئے اور یہ ذکر بھی آیا کہ ہمارے حضرت شیخ بلخی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ساری زمین تانبے کی ہوجائے اور آسمان لوہے کا اور ساری مخلوقات میری عیال ہو تو مجھے ان کے رزق کا ذرہ بھر بھی فکر نہ ہوگا، حضرت بایزید نے فرمایا کہ تمہارا شیخ مشرک ہے (کیونکہ اس بات میں دعوی پایا جاتا ہے اور دعوی تکبر سے ہوتا ہے) مرید وہیں سے بلخ واپس ہوئے اور شیخ کے

سامنے سارا واقعہ بیان کیا، ان کا نزع کا وقت تھا، جب مرید نے حضرت بایزید بسطامی کا قول نقل کیا، آپ نے پڑھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور فرمایا کہ میں تجدید اسلام کرتا ہوں، اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو کافر مرتا۔

الحمدللہ یہ کتاب مکمل ہوئی، اللہ تعالی ان ملفوظات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

یکم ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

چند اہم تصانیف

سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کی مختصر جھلک اور آپؐ کی پاکیزہ زندگی کے چند نمایاں پہلو امت کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کتاب مختصر مگر ضروری واہم معلومات پر مشتمل ہے، جس میں ۴۸ر صفحات ہیں، قیمت صرف ۲۰ر روپئے ہے۔

حیات عبد الرشیدؒ

یہ مغربی یوپی کی مشہور شخصیت، داعی الی اللہ، ناشر رشد وہدایت حضرت الحاج حافظ عبد الرشید صاحب رائے پوریؒ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ) کی سوانح حیات ہے، جس میں حضرت حافظ صاحب کی زندگی کے حالات، دعوتی اسفار، صفات وکمالات، اصلاحی کارنامے، مدارس ومساجد کا قیام، واقعات وکرامات، ارشادات وملفوظات، عملیات ومجربات جیسے عناوین شامل ہیں، دعوتی کام کرنے والوں کیلئے خاصے کی چیز ہے، ۳۳۴ر صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت صرف ۲۰۰ر روپئے ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوریؒ

یہ کتاب حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری کے حالات زندگی اور ان کی دعوتی واصلاحی خدمات اور مدارس ومساجد کے قیام، خصوصیات وملفوظات اور مکتوبات، معاصر مشائخ وخلفاء کے حالات پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، جو پہلی بار منظر عام پر آئی ہے، ۳۶۰ر صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت صرف ۲۰۰ر روپئے ہے۔

سیرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ

یہ کتاب شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کی سوانح حیات ہے، جس میں ان کے خاندانی وآبائی بزرگوں کے حالات، ان کی تعلیم وتربیت، ان کے علمی کارنامے، ان کا تعلیمی وتربیتی طریقہ کار، خصوصیات وجذبات، ان کے معاصر مشائخ، ان کے مخصوص تلامذہ اور ان کے باقیات الصالحات کے تفصیلی حالات ہیں، یہ کتاب ۳۱۲ر صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت ۱۰۰ر روپئے ہے۔

میری والدہ مرحومہ

اس کتاب میں راقم کی والدہ مرحومہ کی زندگی کے نقوش ومعمولات اور راقم کی تربیت کے واقعات، ان کی اولاد اور اہل تعلق کے تأثرات وجذبات اور حضرات علماء کرام کے تعزیتی خطوط ہیں، یہ کتاب ۸۶ر صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت صرف ۲۰ر روپئے ہے۔

مختصر تجوید القرآن

یہ کتاب تجوید پڑھنے والے طلبہ کیلئے نہایت آسان اور مفید ہے، جو ہندوستان وپاکستان کے تجوید وقرأت کے بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے، اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، اکابر کی پسندیدہ کتاب ہے، ۶۴ر صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت ۱۰ر روپئے ہے۔

افکار دل

اس کتاب میں ۳۰ر انمول تقریریں ہیں، جن کو پڑھ کر اور سن کر انسان اپنی زندگی میں تبدیلی لاسکتا ہے، موجودہ حالات کے تناظر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں زندگی میں جلا بخشنے والے روح پرور مضامین ہیں، جن سے زندگی میں تازگی اور سرور محسوس ہوتا ہے، کتاب ۴۶۰ر صفحات پر مشتمل ہے، جس قیمت صرف ۲۰۰ر روپئے ہے۔

مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ

خوابیدہ ماحول اور رواہی کے اس دور میں بلا کم وکاست اور بلا کسی رورعایت کے مدارس اسلامیہ کی تعلیم وتربیت، علماء اور ائمہ اور مبلغین کے فرائض کی ادائیگی میں پیدا شدہ غفلتوں پر اس کتاب کا ہر مضمون نصیحت آمیز تازیانہ اور ایک خوشبو دار کنول کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس پرفتن دور میں کھل کر آیا ہے، بلاشبہ مدارس، مکاتب، مساجد ومراکز کے نظام اور ماحول میں اس کتاب کے مطالعہ سے بہتری اور عمدگی لائی جاسکتی ہے، کتاب کی ضخامت ۱۲۰ر صفحات اور قیمت صرف ۳۰ر روپئے ہے۔

رہنمائے سلوک وطریقت

یہ کتاب سلوک وطریقت کے سالکین کے لئے بہت مفید ہے، جس میں تصوف اور اس کی اصل، اللہ والوں سے تعلق اور سلوک وطریقت کے اصول اور اخلاق حمیدہ واخلاق رذیلہ اور سلاسل اربعہ کی خصوصیات وتعلیمات پر سیر حاصل بحث کی ہے، ۶۴ر صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۱۵ر روپئے ہے۔

چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (دوسرا ایڈیشن)

اس کتاب میں انیس بزرگوں کے حالات ہیں جن کی زندگیاں علمی ودینی خدمات میں گزری ہیں، اور جن کی زندگی کے حالات پڑھ کر خود اپنی زندگی کو قابل تقلید بنایا جاسکتا ہے، یہ کتاب ۲۵۶ر صفحات پر مشتمل ہے، جس کی قیمت ۷۰ر روپئے ہے۔

مقالات ومشاہدات

اس کتاب میں ۲۷ر مضامین شامل ہیں، جو مختلف وقتوں میں لکھے گئے تھے، جن میں مصنف نے اپنی دینی واصلاحی فکر کو دعوتی اور ادبی انداز میں پیش کیا ہے، یہ ایک اچھا علمی اور ادبی تحفہ ہے، اس کتاب میں ۲۴۸ر صفحات ہیں جس کی قیمت ۶۰ر روپئے ہے۔

مکتوبات اکابر

سماجی اور دینی تعلقات کی صورت میں ایک کو دوسرے سے ملاقات کرنے اور زندگی کے انفرادی یا دینی معاملات میں مشورہ کرنے اور مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ایک انسانی اور اہم ضرورت ہے، خط لکھنے والے ادیب ہوتے ہیں تو ان کے خطوط سے ادبی فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے، یہ ادب میں اس کی ایک قسم قرار پائی ہے، اس کتاب میں قریب کے زمانے کے ۲۰ر بزرگوں کے خطوط ہیں، اس لئے یہ کتاب اکابرین کی دعاؤں کا بہترین مجموعہ ہے، جس کی قیمت صرف ۵۰ر روپئے ہے، یہ کتاب ۱۴۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، ضلع سہارنپور (یوپی)
Mob. 09719831058
E-mail: masood_azizinadwi@yahoo.co.in